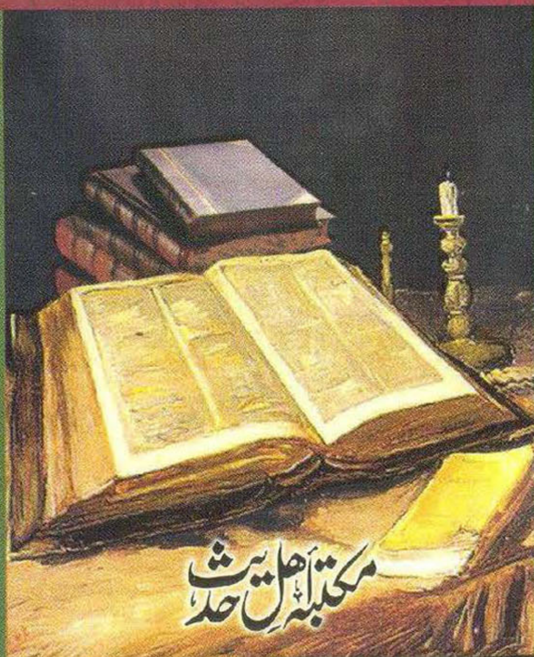


دامنِ حدیث چھوٹنے نہ پائے

تالیف
ابو سعد آصف عباس حماد

تحقیق وتخریج
غلام مصطفی ظہیر امن پوری



مکتبہ اہلِ حدیث



دامنِ حدیث چھوٹنے نہ پائے

تالیف

اُبوسعد آصف عبّاس حمّاد

تحقیق وتخریج

غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری

مکتبہ اہلِ حدیث

امین پور بازار فیصل آباد

041-2624007
0300-6628021

نام کتاب دامنِ حدیث چھوٹنے نہ پائے

باہتمام	----------	حافظ محمد ابوبکر
طبع اول	----------	مئی 2011ء
تعداد	----------	1100
قیمت	----------	-/220

طیبہ قرآن محل

مکہ سنٹر منشی محلہ گلی 5 امین پور بازار فیصل آباد

041-2629292,2624007

قدوسیہ اسلامک پریس

Tel # 042-37351124,7230585
Cell# 0321-7351350

اسٹاکسٹ

مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

Mob.: 0300- 4826023,042-37114650
E:mail;maktabah_muhammadia@yahoo.com
&maktabah_m@hotmail.com

فہرست

رشتۂ الفت

❀ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے نام جہاں تعلیمی مراحل مکمل کیے۔

❀ بانی جامعہ ولی کامل ابو المساکین صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام جنہوں نے جامعہ کی بنیاد رکھتے وقت خشت اول اپنے دست مبارک سے رکھی اور زبان پر یہ آیت کریمہ تھی لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ (سورۃ التوبہ: ۱۰۸)

❀ مخلص ترین ناظم اعلیٰ قاضی محمد اسلم سیف رحمۃ اللہ علیہ کے نام کہ جنہوں نے جامعہ کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنی زندگی کے لیل و نہار صرف کیے اور لوگوں سے تعلق اور قطع تعلقی کا معیار صرف اور صرف جامعہ سے وابستگی کی نسبت کو بنایا۔

❀ جامعہ میں تدریسی خدمات سرانجام دینے والے قابل صد احترام میرے اساتذہ ومشائخ کرام کے نام جنہوں نے میری تعلیم و تربیت میں نہایت اخلاص سے کام لیا خصوصاً

❀ شیخ الحدیث والتفسیر حافظ بنیامین طور رحمۃ اللہ علیہ جو تبحر علمی کے ساتھ نیکی اور تقویٰ کے پہاڑ تھے، تلاوتِ قرآن مجید اور اذکارِ مسنونہ کے معمول میں جن کا ثانی نہ پایا گیا۔ جو عام فہم تدریسی ہنر میں اپنی مثال آپ تھے' جنہیں یہ سعادت نصیب ہوئی کہ زندگی کے آخری روز تک صحیح البخاری مکمل کرنے کا شرف نصیب ہوا۔ والحمدلله على ذالك۔

❀ فضیلۃ الشیخ استاذ ذی وقار مولانا رضی اللہ چھتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام جنہوں نے زندگی بھر جامعہ میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ اپنے روحانی بچوں کی تعلیم و تربیت میں اخلاص اور پیار کا دامن نہ چھوڑا، جو حق گو، جلالی مزاج بھی تھے اور خشیت الٰہی کے پیکر بھی' کریمانہ اخلاق اور ہنس مکھ تھے، طلباء کی خیر خواہی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے' قدرت نے جنہیں یہ شرف نصیب کیا کہ زندگی کے آخری

روز بھی جامع الترمذی اور دیگر کتب کا پیرڈ پڑھایا و الحمدللہ علی ذالک۔

❀ فضیلۃ الشیخ استاذ مکرم جناب حافظ عبید اللہ غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام جو فاضل جامعہ کے ساتھ ساتھ فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ تھے' جو عظیم تقویٰ کے حامل اور نہایت ہنس مکھ تھے، جو شرم و حیا کے پیکر تھے اور والدہ کی خدمت کی ایک عمدہ مثال چھوڑی' ہمیشہ چھوٹے طلبا سے بھی مخاطب ہوتے تو ''آپ'' کا لفظ استعمال کرتے' سلام میں پہل ان کا معمول تھا اور بہت دور سے سلام کہہ دینے اور دوسرے کو کم ہی پہل کا موقع ملتا۔

❀ فاضل استاذ فضیلۃ الشیخ حبیب الرحمٰن یزمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام جو ایک محقق نوجوان تھے، ابھی تدریس کی ابتدا ہی تھی (ابتداء ہی سے بڑی کتب آخری کلاس تک پڑھانا شروع کیں) کہ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ جن کی زندگی اور موت ان کے خواب خاص کی تعمیل تھی (جس میں انہیں تعلیمی مراحل مکمل کرنے اور حرمین شریفین کی زیارت کی مہلت دی گئی) تقریباً ایک سال تک مریض رہے' وقتاً فوقتاً تیمارداری کا موقع ملتا رہا، ہمیشہ ثابت قدمی کے الفاظ زبانِ زد رہے' یہاں تک کہ وفات سے ایک دن پہلے بھی مشرک دم جھاڑ کرنے والے نے پیش کش کی اور صحت کی امید دلائی، جواب یہی ملا کہ میں کسی مشرک سے غیر مسنون دم نہیں کروانا چاہتا اور میری موت و حیات کا مالک اللہ ہے' یوں کلمہ توحید پر خاتمہ ایمان ہوا۔ و الحمدللہ علی ذالک۔

❀ بزرگ وار قاری عبدالعزیز صاحب حفظ اللہ تعالیٰ کے فرزند ارجمند حافظ محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام جو کہ فاضل جامعہ کے ساتھ ساتھ جامعہ میں علوم عصریہ کے مدرس تھے اور فضیلۃ الشیخ حبیب الرحمٰن یزمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہی ایک طویل مرض میں مبتلا ہوئے اور انہیں کی طرح آخری دم تک توکل علی اللہ پر کار بند رہے اور نو عمری ہی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے' جو ایک ملنسار اور

مخلص انسان تھے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام شیوخ و اساتذہ کی قبروں کو جنت کے گہوارے بنائے اور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک سے حوض کوثر کے جام پلوائے اور جنت الفردوس نصیب فرمائے اور ان کی بشری خطائیں معاف فرما کر دینی مساعی کو قبولیت سے نواز کر ڈھیروں رحمتیں نازل فرمائے۔

اور جو مشائخ حیات ہیں اللہ تعالیٰ ان کی صحت والی زندگیوں میں برکت فرما کر زیادہ سے زیادہ کتاب وسنت کی خدمات کے مواقع میسر فرمائے اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

❀ اسی طرح فضیلۃ الشیخ عبدالقادر ندوی مہتمم جامعہ کے فرزندِ ارجمند حاجی محمد زبیر رحمہ اللہ کے نام جو فاضل جامعہ اور عالم باعمل اور با اخلاق ولی اللہ تھے، جن کے بارے میں یہ مثل مشہور تھی کہ وہ (شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید اثاروی حفظہ اللہ تعالیٰ) کے خاص تربیت یافتہ تھے اور ان کی عملی سیرت کا رنگ ان پر خوب غالب تھا۔

❀ درویش بزرگ مولانا عبدالرب مجاہد صاحب کے نام جو صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے ہم سفر تھے' نہایت سادہ مزاج اور قناعت شعار تھے' جنھوں نے جامعہ میں اکاؤنٹنٹ کے طور پر زندگی بھر خدمات انجام دیں اور ان کی امانت داری پر اجماع تھا، خاموش طبع، شرع کے پابند تہجد گزار اور مستجاب الدعوات تھے۔

❀ جامعہ کے پرانے اور دیرینہ مالی محمد حنیف صاحب اور ان کے رفیق کار محمد نواز کاٹھیہ صاحب اور محمد طارق الیکٹریشنز صاحب کے نام کہ جنھوں نے اپنی زندگیاں جامعہ کے نام کر رکھی تھیں اور اپنی مفلسی کی پرواہ کیے بغیر جامعہ کی خدمات میں مگن رہ کر جامعہ سے عقیدت کا ثبوت دیتے رہے۔ اللہ ان سب مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور آخرت کے سفر آسان فرما کر اپنی آغوشِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔



نقشِ آغاز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُوَالسَّلَامُ عَلٰی عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍوَّ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورہ حشر : ۷)

رسول اللہ ﷺ کامل واکمل اور عالمگیر دین دے کر بھیجے گئے۔ جس میں کسی قسم کی کمی بیشی کی کچھ گنجائش نہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (سورہ مائدہ:۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا ہے اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا ہوں۔''

اس دینِ اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین قبول نہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○﴾ (سورۂ ال عمران:۸۵)

''اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے، اسکا دین قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والا ہوگا''

اللہ کے اس پسندیدہ اور مکمل دین کا نصاب صرف دو چیزیں ہیں، ایک ''کتاب

اللہ" اور دوسری "حدیث نبوی ﷺ" چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ

"خبردار! مجھے قرآن اور اسکے ساتھ اس کی مثل (حدیث) دی گئی ہے"

(سنن ابی داؤد: ۴۶۰۴، مسند لامام احمد: ۴/ ۱۳۱ و سنده صحیح)

بس یہی دو چیزیں لوگوں کی ہدایت کی گارنٹی پیش کرتی ہیں، اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑ دیا جائے یا دونوں کے ساتھ تیسری چیز (تقلیدی فقہ، آبائی دین وغیرہ) کی ضرورت محسوس کی جائے تو گمراہی لازم آتی ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

﴿اِنِّیْ قَدْ تَرَكْتُ فِیْكُمْ مَا اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوْا مَاتَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ﴾ (مستدرك للحاكم: ۱/ ۹۳ و سنده حسن)

"میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک ان کو تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہوگے، وہ کتاب اللہ اور اسکے نبی ﷺ کی سنت ہے"

مگر آج اس پرفتن دور میں بہت ایسے افکار و نظریات کا پرچار ہو رہا ہے جنکا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر اس قسم کے نظریات کو اپنا لیا جائے تو اسلام کا چہرہ ہی مسخ ہو کر رہ جائے گا، ان گمراہ کن افکار میں سے ایک فتنہ انکار حدیث بھی ہے، ان فتنہ گر، روشن خیال متجددین کے نزدیک حدیث پاک کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ وہ اسے قدیم تاریخ بلکہ عجمی سازش کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، دوسرے الفاظ میں یہ گروہ سنت کا دامن چھوڑ کر صرف قرآن سے وابستہ ہونے کا دل فریب جھانسہ دے رہا ہے اور اپنے خود ساختہ افکار کو امت میں پھیلانا چاہتا ہے، حالانکہ دین اسلام کی صحیح تصویر قرآن اور حدیث سے مل کر ہی تیار ہوتی ہے اور جو ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہتے ہیں وہ صراط مستقیم سے بہت دور ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ اسلام میں جتنے بھی غلط افکار کے حامل فرقے پیدا ہوئے ہیں ان کی گمراہی یہی تھی کہ انہوں نے قرآن کو حدیث سے یا حدیث کو قرآن سے علیحدہ

کرنا چاہا۔خوارج کی گمراہی اسکے علاوہ کچھ نہ تھی کہ انہوں نے قرآن کو مانا اور حدیث سے روگردانی کی،معتزلہ کا بھی یہی قصور تھا کہ انہوں نے قرآن کی آیات کا دور از کار تاویلات کا سہارا لے کر احادیث سے اعراض کیا' پھر اس کے نتیجے میں یہ حضرات مدتوں گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتے رہے' فتنہ انکار حدیث کے یہی بانی ہیں،لیکن پرانے منکرین حدیث اور دورِ حاضر کے استشراق زدہ متجدد دین میں نمایاں فرق یہ ہے کہ قدیم منکرین فلسفے کی بھول بھلیوں سے مرعوب ہو کر حدیث کا انکار کرتے تھے لیکن انکا مذاق اڑانے کی جرأت نہ کرتے تھے،اسکے برعکس موجودہ منکرینِ حدیث نہ صرف احادیث کا انکار کرتے ہیں بلکہ ان سے تمسخر بھی کرتے ہیں' اس لئے دور حاضر کا فتنہ انکارِ حدیث زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہے۔منکرین حدیث کی تاریخی سرگزشت کچھ یوں ہے۔

① خوارج نے فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم کے متعلق احادیث کا انکار کیا۔

② روافض نے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب پر مشتمل احادیث سے روگردانی کی۔

③ معتزلہ اور جہمیہ نے صفات باری تعالی سے متعلق احادیث سے پہلوتہی کی۔

④ متاخرین فقہائے حنفیہ میں سے چند حضرات نے ایسی احادیث سے انکار کر دیا' جو بزعم خویش غیر فقیہ راویوں سے مروی تھیں اور ان پر اپنے ہاں قیاس کو ترجیح دی،اپنے فقہاء کے اقوال کے خلاف جو احادیث یا قرآنی آیات تھیں انہیں منسوخ سمجھا' انکی تاویلات کیں اور اپنے زعم کے مطابق متعدد احادیث کو قرآن کے عموم اور اطلاق کے خلاف سمجھ کر رد کر دیا۔

⑤ متکلمین کی ایک جماعت نے حجیتِ خبر واحد کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

⑥ برصغیر میں سرسید اور مولوی چراغ دین نے ایسی احادیث کو رد کر دیا جو انکی محفلِ عباد کیخلاف تھیں کیوں کہ وہ خوہشاتِ نفس کے مقلد تھے۔

⑦ عبداللہ چکڑالوی اور حشمت علی لاہوری نے مطلق طور پر احادیث کو مسترد کر دیا اور ''ہمیں کتاب اللہ ہی کافی ہے'' کا نعرہ لگایا۔

⑧ احمد علی امرتسری اور غلام احمد پرویز کے نزدیک احادیث ایک کھیل اور بازیچۂ اطفال کی حیثیت رکھتی ہیں، ان کے نزدیک اسلام ایسے نظریے کا نام ہے جو حالات کے پیش نظر ہر وقت بدلا جا سکتا ہے' انکے خیال میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت صرف آپ کی زندگی ہی میں لازم تھی، جسکی پابندی آج ضروری نہیں ہے۔

⑨ فکر فراہی کے حاملین امین احسن اصلاحی اور استشراق زدہ نوجوان جنہوں نے حدیث اور سنت کے درمیان فرق کا شاخسانہ کھڑا کر کے حدیث کے ایک بڑے حصے کو نہ صرف نظرانداز کر دیا ہے علاوہ ازیں ان کی موشگافیاں حدیث کے استخفاف اور محدثین کی بے مثال کاوشوں کی نفی پر مبنی ہیں۔

آج کے دور میں غامدی پرویزی، عثمانی اور حنفی یہ تمام تحریکیں ان خیالات کی حامل ہیں اور مل کر ایسے باطل خیالات کا پرچار کرنے میں مگن ہیں جن سے حدیث کی اہمیت ختم کرنا چاہتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ مسلمان دامنِ حدیث چھوڑ کر گمراہی کی آغوش میں سو جائیں، حال ہی میں احمد سعید ملتانی حنفی نے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے نام سے ایک کتاب لکھی اور حدیثِ رسول ﷺ کے خلاف یہ زہر اگلا اور یہ باور کروانا چاہا کہ حدیث قرآن کے مخالف ہے، اسی طرح ایک حنفی نے ''شادی کی پہلی دس راتیں'' کتاب لکھ کر اپنے حدیث دشمنی کے عقیدے کو ظاہر کیا۔ ان کتابوں کے تفصیلا جوابات منظرعام پر آ چکے ہیں، اور انکارِ حدیث اور منکرینِ حدیث کے اعتراض کے تفصیلی جوابات پر بھی اسلاف کی طرف سے کتب لکھی گئی ہیں، مثلا مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی کتاب ''حجیت حدیث'' شیخ الحدیث والتفسیر حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ کی کتاب ''حجیت حدیث'' علامہ محدث ناصرالدین البانی رحمہ اللہ کی کتاب ''حجیت حدیث''

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ کی کتب ''پرویزیت، فتنہ انکار حدیث، اور دفاع حدیث'' وغیرہ۔

''احادیث بخاری و مسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش'' محقق العصر مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب، اسی طرح ''مقام حدیث اور اصلی اہل سنت'' پروفیسر اشفاق ظفر لودھی کی کتاب، اسی طرح محدث العصر حافظ محمد گوندلوی کی کتاب ''دوام حدیث'' اسی طرح انکارِ حدیث نئے روپ میں اور ''دفاع صحیح البخاری'' قرآن مقدس اور بخاری محدث کا جواب ''توفیق الباری'' شیخ زبیر علی زئی کی کتاب، اسی طرح محمد حسین میمن کی کتاب ''قرآن مقدس حدیث مقدس'' شادی کی پہلی دس راتیں کتاب کا جواب'' شادی کی دوسری دس راتیں'' وغیرہ، ان تمام کتب میں منکرین حدیث کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے، تاہم ہم نے بھی خدامِ حدیث میں اپنا نام درج کروانے کے لئے ''دامن حدیث چھوٹنے نہ پائے'' کے عنوان سے اسلاف کے منہج کو اپناتے ہوئے چند الفاظ ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کی ہے، تاکہ فتنہ انکارِ حدیث کی ان اٹھتی ہوئی تحریکوں کو بجھانے میں ہماری کوشش بھی شامل ہو جائے، انکار حدیث کے بحر ظلمت میں ڈوبنے والا انسان دامن حدیث تھام کر ہدایت کے کنارے چڑھ جائے اور ہمارے لئے ذریعہ نجات بن جائے۔

میں احسان مند اور شکر گزار ہوں ان اشخاص کا جو تصنیف و تالیف کے میدان میں میری معاونت کرنے والے مشائخ اور حوصلہ افزائی کرنے والے دوست احباب اور طلاب ہیں۔ بالخصوص فضیلۃ الشیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ کا جو ہمیشہ خلوص' محبت اور محنت سے میری ہر کتاب کی تحقیق و تخریج کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اسی طرح فضیلۃ الشیخ قمر الزمان المدنی' فضیلۃ الشیخ محفوظ اعوان' فضیلۃ الشیخ محمد نعیم رضوان اور فضیلۃ الشیخ عبداللہ سلیم صاحب حفظ اللہ' حوصلہ افزائی کی بچھاڑ کرنے والے شیخ حافظ محمد مزمل صاحب' شیخ عطاء اللہ صاحب' شیخ قاری محمد عمران صاحب' بھائی ظہیر عباس صاحب

صدر اہل حدیث یوتھ فورس مقام حیات' جو اس تالیف کا سبب بنے، ناسپاسی ہو گی اگر تذکرہ نہ کروں اپنے فاضل بھائیوں کا جنہوں نے کمپوزنگ کے ابتدائی مراحل میں معاونت کی، میری مراد عبدالوحید مغل، بشارت مدنی، فاضل جامعہ امام بخاری سرگودھا اللہ ان سب مشائخ و احباب کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے اور اس تحریر کو میرے لیے، میرے والدین اور اساتذہ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، مجھے اور قارئین کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

حررہ

ابوسعد آصف عباس حماد



باب : ۱

حجیت حدیث

حدیثِ رسول ﷺ برحق ہے

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زبان سے جو لفظ سنتا تھا اسے یاد کرنے کیلئے لکھ لیا کرتا تھا، پھر قریش نے مجھے لکھنے سے منع کیا اور کہا کہ تم ہر بات لکھ لیتے ہو، چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اپنی انگلی مبارک سے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

﴿ اُكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا الْحَقُّ ﴾

''قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اس زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا (اس لئے) تم لکھا کرو'' مسند الامام احمد ۲/ ۱۶۲' سنن ابی داؤد: ۳۶۴۶' سنن الدارمی : ۴۹۰' المستدرك للحاكم : ۱۰۵-۱۰۴ و سنده صحیح و اخرجه احمد : ۲/ ۲۰۷' مسند البزار : ۲۴۷۰' و سنده حسن)

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے فرامین کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ ﴾

(سورۂ نجم : ۳'۴)

''آپ ﷺ اپنی مرضی سے نہیں بولتے بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے''

معلوم ہوا آپ ﷺ کی زبان مبارک سے صادر ہونے والے تمام کلمات اور تمام

باتیں وحی ہیں اور حق ہیں، لہٰذا صحیح سند سے ثابت ہونے والی تمام احادیث مثلاً بخاری ومسلم کی تمام احادیث اور دیگر کتب احادیث کی وہ احادیث جو صحیح سند سے ثابت ہیں وہ کسی فقہی کلیے کے تحت ضعیف اور ناقابل عمل قرار دینا کتاب وسنت میں تحریف کرنے کی ناکام کوشش ہے، مومن کا ایمان ہونا چاہیے کہ کوئی بھی صحیح حدیث قرآن کے مخالف نہیں، اور صحیح حدیث کا اضافہ بطور شرح مقبول ہے، اور جو حدیث قیاس یا فقہی امام کے قول کے خلاف ہو وہ بھی برحق ہے اور امام کا قول ناقابل التفات اور قیاس باطل ہے، راوی حدیث کسی صحابی کا بھی عمل حدیث کے بظاہر خلاف ہو تو حدیث اور قول میں تطبیق دی جائے، تطبیق ناممکن نہ ہو تو قول چھوڑ کر حدیث راجح قرار دی جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث کو مکمل یقین سے بیان کرتے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیثِ نبوی پڑھنے سیکھنے اور بیان کرنے میں حدیث کو پورے یقین سے بیان کیا اور شک سے محفوظ رہنے کے لیے اگر کہیں دو لفظوں میں سے ایک کا احتمال ہو تو اَوْ کے ساتھ دونوں کا تذکرہ کیا' اور کبھی تو فرمایا سَمِعْتُ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْق ''میں نے سچ بولنے والے اور جس کو سچا مانا گیا ہے'' اس سے سنا یعنی رسول اللہ سے (صحیح البخاری ۳۶۰۵) کبھی فرمایا اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ میرے دوست محمد ﷺ نے مجھے وصیت کی۔'' (صحیح البخاری ۱۱۷۸، صحیح مسلم ۱۶۱۹)

اور کبھی فرمایا اِذَا حَدَّثْتُکُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ حَدِیْثًا فَلَاَنْ اَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَکْذِبَ عَلَیْہِ۔

''جب میں تمہیں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث بیان کروں تو ان پر جھوٹ بولنے سے مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں آسمان کی بلندیوں سے گروں۔''

(صحیح البخاری ۵۰۵۶۔ صحیح مسلم ۲۴۲۷)

اسی طرح ''حدیثِ مسلسل'' میں صحابی سے لے کر آخر تک ہر راوی رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرتے وقت مخصوص انداز اور اشارہ بھی بیان کرتا ہے۔ جو

رسول اللہ ﷺ نے اپنایا ہوتا ہے۔

بسا اوقات صحابی حدیث کے سننے میں یقین کا اظہار کرنے کے لیے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کرتا ہے، مثلاً عَنْ نُعْمَانَ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ وَ اَهْوٰی النُّعْمَانُ اِلٰی اُذُنَیْهِ۔

نعمان بن بشیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور نعمان نے اپنے دونوں کانوں کی طرف اشارہ کیا (کہ میں نے ان دونوں کانوں سے سنا) (صحیح البخاری:۵۲۔صحیح مسلم:۴۱۰۱)

حدیثِ رسول ﷺ میں شک نہیں

سیدنا ابان بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی ہر صبح شام تین مرتبہ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ پڑھتا ہے اسے کوئی چیز نقصان نہیں دے گی۔

ابان کی ایک جانب فالج زدہ تھی تو ایک آدمی ان کی طرف دیکھنے لگ گیا۔ (اگر ایسا ہے تو پھر اسے فالج کیوں ہوا ہے؟)

ابان نے اسے فرمایا میری طرف کیا دیکھتے ہو، حدیث اسی طرح ہے جس طرح میں نے تجھے بیان کی ہے لیکن (جس دن مجھے فالج ہوا) اس دن میں نے یہ دعا نہیں پڑھی تھی تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر مجھ پر پوری کر دے۔" (مسند الامام احمد : ۱/ ۴۲۔ سنن ابی داؤد : ۵۰۸۸، سنن الترمذی : ۳۳۸۸، سنن ابن ماجہ : ۳۸۶۹، و سندہ حسن)

حدیث کا مذہب ہی غالب آنے والا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

﴿هُوَالَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَه بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ○﴾ (سورۂ صف : ۸)

''اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا، تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کردے، اگرچہ مشرک ناپسند ہی کریں۔''

حدیث کے بغیر قرآن نہیں سمجھا جاسکتا

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اِنَّ الۡاَمَانَةَ نَزَلَتۡ مِنَ السَّمَاءِ فِیۡ جَذۡرِ قُلُوۡبِ الرِّجَالِ وَنَزَلَ الۡقُرۡآنُ فَقَرَؤُا الۡقُرۡآنَ وَعَلِمُوۡا مِنَ السُّنَّةِ﴾

''دیانتداری آسمان سے لوگوں کے دلوں میں اتری ہے(انسان کی فطرت میں شامل ہے)اور قرآن بھی آسمان سے نازل ہوا ہے جسے لوگوں نے پڑھا اور سنت کے ذریعے سمجھا''

(صحیح البخاری: ۷۲۷۶۔ صحیح مسلم : ۲۸۳)

اتباعِ حدیث اللہ سے محبت کی دلیل ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَیَغۡفِرۡلَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ ط وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌرَّحِیۡمٌ ○﴾ (سورۂ ال عمران : ۳۱)

''(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو تم میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اللہ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے''

قرآن کی طرح حدیث بھی ذکر ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ ○﴾ (سورۃ النحل:۴۴)

''اور ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا ہے تاکہ آپ جو لوگوں کی طرف نازل کیا گیا ہے اسکو کھول کھول کر بیان کر دیں' ہو سکتا ہے کہ وہ غور و فکر کریں''

معلوم ہوا کہ حدیث ساری کی ساری قرآن کی وضاحت اور شریعت محمدیہ کی تفسیر و تکمیل ہے، لہذا کوئی بھی حدیث قرآن کے مخالف نہیں بلکہ اسکی وضاحت و شرح ہے۔

رسول اللہ ﷺ دلیل اور حجت ہیں

دین کے معاملے میں دنیا کے ہر انسان سے دلیل کا مطالبہ کرنا ضروری ہے، لیکن صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات ایسی ہے کہ جس سے دلیل نہیں مانگی جا سکتی کیونکہ رسول خود دلیل اور حجت ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿لَمۡ يَكُنِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ مُنۡفَكِّيۡنَ حَتّٰى تَاۡتِيَهُمُ الۡبَيِّنَةُ ○ رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ○﴾

(سورۃ بینة:۱،۲)

''اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا وہ باز رہنے والے نہ تھے یہاں تک کہ ان کے پاس ظاہر دلیل آجاتی جو اللہ تعالی کا ایک رسول ہوتا اور صحیفے پڑھتا''

یہاں ''بینة'' (دلیل) کا بدل لفظ ''رسول'' لاکر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ رسول ﷺ بذات خود دلیل ہیں، اور ان پر نازل ہونے والا صحیفہ دلیل ہے لہذا شرعی دلائل صرف قرآن و حدیث ہی ہیں اور یہی معتبر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے اور متعدد مقامات پر صرف آپکی اطاعت کا ہی تذکرہ آتا ہے، ساتھ اللہ تعالی کی اطاعت کا تذکرہ نہیں اور نہ ہی اکیلے

اطاعت الٰہی کا تذکرہ ہے، بلکہ جہاں بھی اللہ کی اطاعت کا تذکرہ ہوا ہے وہاں آپ ﷺ کی اطاعت کا تذکرہ بھی ہے،قرآن کریم کے اس اسلوب سے آپ ﷺ کی حدیث کی اہمیت اور حجیت خوب واضح ہوتی ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورۂ نساء: ۸۰)

''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی''

نیز فرمایا:

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (سورہ حشر: ۷)

''جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لےلو اور جس سے وہ تمہیں روکیں رک جاؤ''

نیز فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ (سورۂ ال عمران: ۳۱)

''اے نبی ﷺ فرمادیں کی اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے گا''

نیز فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝﴾ (سورۂ احزاب: ۲۱)

''تمہارے لئے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، ہراس شخص کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اوراللہ تعالی کو بہت زیادہ یاد کرتا ہے''

نیز فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾

(سورۂ نساء:٦٥)

''آپ کے رب کی قسم! اس وقت تک یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے اختلافی امور میں فیصل نہ مان لیں''

نیز فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْيُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (سورۂ نور:۶۳)

''رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈر جانا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلَااِنِّیْ اُوْتِيْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اَلَايُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَقُوْلُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَاالْقُرْاٰن فَمَاوَجَدْتُّم فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَاوَجَدْتُّم فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ

(سنن ابو داؤد : ۴۶۰۴، مسند الامام احمد : ۴/ ۱۳۱، و سنده صحیح)

''خبردار مجھے کتاب دی گئی ہے اور اسکے ساتھ اسکی مثل، خبردار قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا آدمی اپنے صوفے پر ٹیک لگا کر یہ کہے کہ تم صرف قرآن کو لازم پکڑو، جو تم اس میں حلال پاؤ اسی کو حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اسی کو حرام سمجھو''

واضح ہے کہ کتاب وسنت دو چیزیں ہی دلیل، حجت اور شرعی ثبوت ہیں، گمراہی سے بچنے کی گارنٹی انہیں دو کو لازم پکڑنے سے دی جا سکتی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنِّیْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تَضِلُّوْا اَبَدًا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ (المستدرك للحاكم : ۱/ ۹۳، و سنده حسن)

''میں نے تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک تم انہیں تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے''

لہٰذا جو ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے وہ بھی گمراہ ہے، اور جو انکے ساتھ

تیسری چیز کے اضافے کی ضرورت محسوس کرے وہ بھی گمراہ ہے' ان دونوں کی شرعی حیثیت میں کوئی فرق نہیں۔یاد رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حدیث مبارکہ کو حجت اور دلیل میں قرآن کے برابر سمجھتے تھے، چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے جسم گودنے والیوں اور گودوانے والیوں ، چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں اوراکھڑوانے والیوں ،خوبصورتی کیلئے دانت کھلے کروانے والیوں اوراللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو بدلنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے،تو بنی اسد کی ایک عورت ام یعقوب رضی اللہ عنہا نے یہ بات سنی جو کہ قرآن پڑھا کرتی تھی ،وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا کہ میں نے یہ بات سنی ہے کہ آپ نے جسم گودنے والیوں اور گودوانے والیوں پر، چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں اوراکھڑوانے والیوں پر، دانت کشادہ کروانے والیوں پر،اور اللہ کی بناوٹ کوتبدیل کرنے والیوں پر لعنت کی ہے؟'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہو،اور یہ تو اللہ کی کتاب میں موجود ہے، اس نے کہا کہ میں نے سارا قرآن پڑھا ہے لیکن مجھے تو اس میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں ملا،ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو قرآن کو (غور سے) پڑھتی تو یہ بات تجھے مل جاتی'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (سورہ حشر :۷)

''جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے وہ تمہیں روکیں رک جاؤ''

(صحیح البخاری ۵۹۳۹ ، صحیح مسلم ۴۸۸۶)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بھی قرآن کی بات ہے۔

حدیث بھی کتاب اللہ ہے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بریرہ رضی اللہ عنہا آئی اور کہا کہ میں نے نو(۹) اوقیوں پر اپنے مالکوں سے کتابت کی ہے ، ہر سال ایک اوقیہ دینا ہے، میری کچھ مدد کرو، سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اگر تیرے مالک پسند کریں تو میں انکو سب کے سب اوقیے ایک ہی دفعہ دے دیتی ہوں اور تجھ کو آزاد کر دیتی ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ تیری ولاء میری ہوگی، بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے پاس گئیں، انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ولاء ہماری ہوگی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! اسے لیکر آزاد کردو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اسکے بعد! ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں، جو شرط بھی کتاب اللہ کے خلاف ہو وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں، اللہ کا حکم عمل کرنے کے زیادہ لائق ہے' اللہ تعالیٰ کی شرط زیادہ معتبر ہے، ولاء صرف اسی آدمی کی ہے جو غلام یا لونڈی آزاد کرے۔ (صحیح البخاری:۲۱۶۸ وصحیح مسلم : ۱۵۰۴)

ذرا غور کریں کہ یہ بات قرآن مجید میں تو نہیں کہ ولاء غلام کو آزاد کرنے والے کا حق ہے بلکہ حدیث میں ہے' لہٰذا بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکوں نے حدیث کے حکم کے خلاف شرط لگائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ میری حدیث کے خلاف شرط ہے اور جو شرط میری حدیث کے خلاف ہوگی قبول نہ ہوگی اگرچہ سو شرط ہی کیوں نہ ہو، میرا فیصلہ اور میری شرط زیادہ معتبر اور قابل عمل ہے بلکہ یہاں کتاب اللہ کا ذکر فرمایا کہ:

﴿فَمَابَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَاكَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَبَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ قَضَاءُ اللّٰهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللّٰهِ أَوْثَقُ وَإِنَّمَاالْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ﴾

''لوگوں کا کیا حال ہے' جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں' جو شرط کتاب اللہ میں نہیں اگرچہ وہ سو شرط ہی ہو وہ باطل ہے، اللہ کا حکم عمل کرنے کے زیادہ لائق ہے اور اللہ کی شرط زیادہ معتبر ہے، بیشک ولاء اسکے لئے ہے جو آزاد کرے۔''

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کے حدیث اور قرآن شرعی حجت کے لحاظ سے برابر کی اہمیت رکھتے ہیں اور دونوں کا حکم برابر ہوگا، جبکہ آج بعض لوگ (حنفی) قرآن کے حکم کو فرض اور حدیث کے حکم کو واجب قرار دیتے ہیں، یوں حدیثِ رسول ﷺ کو ثانوی حیثیت دے کر دین میں رخنہ اندازی پیدا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث کا واجبی حکم قرآن کے فرضی حکم کے خلاف (بزعم خود) آجائے تو واجب (حدیث) کو چھوڑ دیا جائے گا جبکہ قرآن کے فرض کو لیا جائے گا اور حدیث کا اضافہ قرآن پر قبول نہیں کیا جائے گا، حالانکہ حدیث کی قرآن پر زیادتی اضافہ نہیں بلکہ وضاحت اور شرح ہے اللہ تعالی سمجھ عطاء فرمائے (آمین)۔

سیدنا ابو ہریرہ اور خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرنے کی درخوست کی، اس مقدمے کے دوسرے فریق نے ذرا تفصیل سے بات کرنے کی اجازت لے کر کہا ''میرا بیٹا اس کے گھر ملازم تھا' اس کی بیوی سے زنا کر بیٹھا ہے، لوگوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر رجم کی سزا ہے' میں نے اسکے بدلے سو بکریاں صدقہ کر دیں اور ایک لونڈی بھی آزاد کر دی ہے پھر میں نے اہل علم سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہے، اور اسکی بیوی کی سزا رجم ہے' آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاَقْضِیَنَّ بَیْنَکُمَا بِکِتَابَ اللّٰہِ﴾ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا ''تم اپنی بکریاں اور لونڈی واپس لے لو اور تمہارے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اے انیس! آپ اس (دوسرے آدمی) کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ اعترافِ زنا کر لے تو اسے رجم کر دو''

(صحیح البخاری : ۲۷۲۴، صحیح مسلم ۱۶۹۷)

دیکھیں یہاں بھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے

مطابق فیصلہ کروں گا مگر کنوارے کو سو کوڑے اور سال کی جلا وطنی والی حد قرآن مجید میں نہیں بلکہ حدیث شریف میں ہے گویا کہ آپ ﷺ نے حدیث کو کتاب اللہ فرمایا ہے۔

حدیث کا حکم بھی فرض کی حیثیت رکھتا ہے

جس چیز کو حدیث فرض قرار دے وہ بھی اسی طرح ہی فرض ہے جس طرح قرآن کا حکم فرض ہوتا ہے

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو ایک لمبا خط لکھا جس میں زکوٰۃ کا شیڈول بتایا اور ابتداء میں لکھا:

﴿هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَالَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُوْلَهٗ﴾

”یہ فرضی صدقہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے۔“ (بخاری : ۱۴۵۴)

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تین دن رمضان میں قیام اللیل کروایا، چوتھے دن صحابہ رضی اللہ عنہم انتظار کرتے رہے اور آپ ﷺ مسجد میں تشریف نہ لائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب بتایا کہ ہم آپ کا انتظار کرتے رہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: (اِنِّیْ خَشِيْتُ اَنْ يُّفْرَضَ عَلَيْكُمْ) میں ڈر گیا تھا کہ تم پر قیام اللیل فرض نہ ہو جائے۔

(صحیح البخاری : ۱۱۲۹، صحیح مسلم ۷۶۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ اس کو باجماعت مسلسل ادا کرتے رہتے تو اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کو باجماعت فرض کر دیتے، معلوم ہوا کہ حدیث رسول بھی شرعی حکم کو فرض کر سکتی ہے اور یہ ہرگز نہیں کہ حدیث کا حکم واجب کی حیثیت رکھتا ہے، فرض کی نہیں، یہ فرض اور واجب کا فرق تو نام نہاد فقہاء کے نزدیک ہے،

حدیثِ مبارکہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿اَلْجُمُعَةُ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ﴾ ”جمعہ ہر مسلمان پر واجب ہے۔“

(سنن ابی داؤد ۱۰۶۷ و سندہ صحیح)

جبکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ﴾

''اے ایمان والو جب نماز جمعہ کیلئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو''

(سورۂ جمعہ:۹)

حنفی مقلدین کی اصطلاح کے مطابق قرآن کا حکم فرض کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا جمعہ فرض ہونا چاہئے جبکہ حدیث واجب کے الفاظ سے واجب کر رہی ہے، اب احناف کیا کریں گے؟ اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ احناف کے نزدیک جمعہ واجب ہے، ہمارا سوال یہ ہے کہ قرآن کے حکم کے باوجود واجب کیوں کہا؟، کہاں گئی انکی خاص اصطلاح ،لہذا ماننا پڑے گا کہ شریعت میں فرض اور واجب ہم معنی ہیں اور احناف نے صرف اختلافی مسائل میں مخصوص احادیث کو ضعیف کرنا تھا اور اپنے امام کے اقوال کو دوام بخشنا تھا جس کیلئے وضعی قوانین بنا کر واجب اور فرض کی اصطلاح ایجاد کی اور حدیث کو ثانوی حیثیت دی اور پھر دیگر مسائل میں اس فرق کو سامنے رکھنا بھول گئے۔



باب : ۲

حدیث نبوی ﷺ کی اہمیت قبولیت اعمال کیلئے

قبولیتِ اعمال کیلئے یہ بنیادی شرط ہے کہ عمل سنت کے مطابق ہو، اگر کوئی عمل خلاف شرع ہوتو وہ مردود و باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ (سورۂ محمد : ۳۳)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرواور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔"

حدیث مبارکہ سے بھی ایک جامع دلیل حاضر خدمت ہے : چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((جَآءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰی بُیُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ یَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِیِّ ﷺ فَلَمَّا أُخْبِرُوْا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا وَ اَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ اَحَدُهُمْ أَمَّا اَنَا فَأَنَا اُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَداً وَقَالَ اٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ وَقَالَ اٰخَرُ، اَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَآءَ اِلَیْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَ كَذَا ؟ اَمَا وَ اللّٰهِ اِنِّی لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهُ ، لٰكِنِّی أَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّی وَأَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ

عَنْ سُنَّتِی فَلَیْسَ مِنِّی

''تین آدمیوں کا گروہ ازواجِ رسول اللہ ﷺ کے گھروں کی طرف روانہ ہوا' جو کہ رسول اللہ ﷺ کی عبادت کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے تھے ،جب انہیں بتلایا گیا' تو انہوں نے اپنی عبادت کو بہت ہی کم خیال کیا ' تو کہنے لگے' ' ہم رسول اللہ کے مقابلے میں کہاں ہیں ؟ حالانکہ آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہیں ۔'' ایک نے کہا کہ '' میں تو ہمیشہ نماز پڑھوں گا۔'' (یعنی رات کا پورا وقت قیام کروں گا) دوسرے نے کہا ''میں زندگی بھر روزے رکھوں گا' افطاری نہیں کروں گا' (یعنی ناغہ نہیں کروں گا)'' تیسرے نے کہا کہ ''میں عورتوں سے الگ تھلگ رہوں گا' شادی نہیں کروں گا''، رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور کہا کہ تم نے یہ یہ باتیں کہی ہیں ؟ خبردار ! اللہ کی قسم' میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس کا تقویٰ رکھتا ہوں' روزہ بھی رکھتا ہوں' ناغہ بھی کرتا ہوں' رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں' اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں' جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ میرے طریقے پر نہیں ۔''

(صحیح البخاری ۵۰۶۳ : صحیح مسلم:۱۴۰۱)

ذرا سوچیے ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نیک ارادے سے اور اعمال کو زیادہ کرنے کے لئے یہ قدم اٹھایا اور بڑا شوق تھا کہ عبادت زیادہ سے زیادہ کریں' مگر جب وہ سنت کے مطابق نہ تھی تو بہت بڑی تنبیہ کی گئی کہ سنت سے بے رغبتی کرنے والا رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے دور نکل جانے والا ہے، لہٰذا اس کا اور اس کے عمل کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

بس ضروری ہے' کہ کتاب اللہ سے دلیل کے بعد کسی عمل کے جوّاز کے لئے صرف سنتِ رسول ﷺ کو ہی دلیل پکڑا جائے ، اگر سنت کے مطابق عمل نہ ہو تو وہ بے

کار اور نا قابل قبول ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود آج کتنے ہی لوگ ہیں کہ جنکے اعمال سنتِ رسول اللہ ﷺ کے مخالف ہیں' آخر کیوں؟ اس کی درج ذیل وجوہات ہیں :

① بدعت کو دین سمجھ لیا گیا ہے۔
② دعویٰ محبتِ رسول ﷺ کا ہے' مگر سنتِ رسول ﷺ سے صحیح معنوں میں محبت نہیں۔
③ حدیثِ رسول ﷺ کی حجیت اور شرعی مقام سے پہلوتہی ہے۔
④ آئمہ سے محبت میں مبالغہ کی بنا پر شخصی تقلید کا رواج عام ہے
⑤ آئمہ سے محبت میں غلو اور اہلِ حق سے تعصب کی بنا پر قرآن و حدیث میں تحریف اور وضعی قوانین کے ساتھ احادیث کا مقام گرانا۔

ان وجوہات کی بنا پر اختلافی مسائل میں قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنے کی بجائے اپنے آئمہ کے اقوال پر جمود اختیار کرنے کی وجہ سے لوگوں کے اعمال رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مخالف ہیں اور اجر وثواب سے محروم ہیں۔



باب : ۳

بدعت سے دامن بچایئے

''ہر دینی کام جس کی اصل کتاب وسنت میں نہ ہو، بدعت کہلاتا ہے۔''
ہر بدعت ضلالت وگمراہی ہے جیسا کہ آپ ﷺ اپنے ہر خطبہ میں ارشاد فرماتے تھے۔

وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ''اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (صحیح مسلم: ۸٦۷)

نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

''جس نے ہمارے اس (دین کے) معاملے میں کوئی نیا کام ایجاد کیا وہ باطل ہے۔''

(صحیح البخاری: ۲٦۹۷، صحیح مسلم: : ۱۷۱۸)

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ

''جس نے ایسا عمل کیا، جس پر ہمارا حکم نہ ہو، پس وہ باطل ہے۔''

(صحیح مسلم: ۱۷۱۸)

بدعتی کا صرف وہ بدعت والا عمل نہیں، بلکہ تمام نیک اعمال تباہ ہو جاتے ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''لوگو! میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا، جو بھی اس سے گزرے گا پانی پیئے گا، جو ایک بار پیئے گا اسے کبھی پیاس نہ لگے گی، میرے پاس لوگ گروہ در گروہ آئیں گے،

اچانک ایک گروہ آئے گا وہ مجھے پہچانتے ہوں گے اور میں ان کو پہچانتا ہوں گا تو میرے اور انکے درمیان دیوار حائل ہو جائے گی، میں ان کو وضو کے نشانات سے پہچان لوں گا، میں کہوں گا، آنے دو آنے دو یہ میری امت ہے'' مجھے کہا جائے گا ''اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔''

''آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کتنے نئے امور ایجاد کر لئے''، تو میں کہوں گا:

سُحْقاً سُحْقاً غَيَّرُوا بَعْدِیْ

''دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ، انہوں نے میرے بعد میرے دین کو بدل دیا۔''

(صحیح البخاری: ۷۰۵۰، ۷۰۵۱ صحیح مسلم: ۲۲۹۰، ۲۲۹۱)

آج لوگوں کو بدعت سے منع کیا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ اس کے کرنے میں حرج کیا ہے؟ اسکی منع دیکھائیں یاد رہے! ایسا کہنے میں مندرجہ ذیل حرج ہے:

(۱) جو کہتا ہے کہ اس میں حرج کیا ہے؟ گویا کہ وہ اللہ اور اسکے رسول سے آگے بڑھتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ،''

(سورۂ حجرات: ۱)

''اے اہل ایمان! اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو۔''

(۲)...... دوسرا حرج یہ ہے کہ وہ عمل مردود و باطل ہے:

آج لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب بدعتِ حسنہ ہے، لہذا کر لینی چاہیے۔ جبکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

''ہر بدعت گمراہی ہے'' (صحیح مسلم: ۸۶۷)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" وَإِنْ رَاٰهَا النَّاسُ حَسَنَةً

''ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اس کو بدعت حسنہ سمجھتے پھریں۔''

(السنته لمحمد بن نصر المروزی :ص ۲۴، وسنده صحیح)

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب ہر نئی چیز بدعت ہے' تو یہ گھڑی ہاتھ میں سجانا، گاڑی رکھنا، مسجد کے سپیکر کا استعمال وغیرہ، یہ بھی بدعت ہے، ایسا کیوں کرتے ہو؟

ایسے لوگ یا تو بدعت کی تعریف سے واقف نہیں یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ بدعت کی تعریف یہ ہے ''ہر وہ دینی کام جس کی اصل کتاب وسنت میں نہ ہو۔'' یہ دنیاوی متاعِ ضرورت تو دین سے متعلق نہیں ہیں، اگر یہ چیزیں دین ہوتیں' تو جس کے پاس گاڑی یا گھڑی نہ ہوتی وہ بے دین ہوتا، جس مسجد میں سپیکر نہ ہوتا' وہ مسجد دین سے خالی ہوتی، حالانکہ ایسا نہیں ہے، معلوم ہوا کہ یہ چیزیں دین میں داخل نہیں، اور نہ ہی بدعت ہیں۔

پھر کہتے ہیں، آخر اس کی منع دیکھاؤ، ہم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دور میں ہوتی' تو منع ہوتی، اگر منع ہوتی تو شرعاً ممنوع کاموں میں شمار ہوتی، اس کی منع کس طرح ہو؟ جو آدمی پیدا ہی نہ ہوا ہو، اس کی وفات کیسے ثابت کریں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بدعت سے اجتناب

نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چھینک لگائی اور کہا اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اور اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ تو میں بھی کہتا ہوں (یعنی مجھے رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجنے میں کوئی اعتراض نہیں) لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے کہ (چھینک کے بعد) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہیں (لہٰذا جو سنت طریقہ ہے وہی اختیار کرو)

(سنن الترمذی ۲۶۳۷، المستدرك للحاكم : ۴/ ۲۶۵، ۲۶۶ شعب الايمان للبيهقی ۸۸۸ و سنده حسن ، امام حاکم اور ذھبی نے اس کو "صحیح" کہا ہے)

نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا "فلاں آدمی نے آپ کو سلام کہا ہے" عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "میں نے سنا ہے کہ اس نے بدعت ایجاد کی ہے، اگر یہ صحیح ہے تو اسے میری طرف سے سلام مت پہنچانا۔"

(سنن ترمذی : ۲۱۵۲، وقال "حسن۔ صحیح" سنن ابن ماجه:۴۰۶۱ و سنده صحیح)

عمرو بن سلمہ سے روایت ہے کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے دروازے پر صبح کی نماز سے قبل جمع ہوتے ، جب آپ نکلتے تو ہم آپ کے ساتھ مسجد جاتے ، ایک روز ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا "اے ابو عبدالرحمٰن ! میں نے ابھی ابھی مسجد میں عجیب چیز دیکھی ہے، اور الحمدللہ خیر ہی دیکھی ہے" آپ نے فرمایا "وہ کیا چیز ہے ؟" فرمایا "اگر آپ زندہ رہے تو ابھی دیکھ لیں گے، میں نے دیکھا کہ لوگ مسجد میں نماز کے انتظار میں حلقے بنائے بیٹھے ہیں، ہر حلقے کے ساتھ ایک شخص ہے اور لوگوں کے ہاتھ میں کنکریاں ہیں ،وہ شخص کہتا ہے سو بار "اللّٰه اکبر" کہو ، لوگ سو بار "اللّٰه اکبر" کہتے ہیں پھر وہ کہتا ہے سو بار " لا اله الّا اللّٰه" کہو لوگ سو بار " لا اله الّا اللّٰه " کہتے ہیں۔ وہ کہتا ہے "سو بار "سبحان اللّٰه" کہو، لوگ سو بار "سبحان اللّٰه" کہتے ہیں" آپ نے فرمایا "تم نے ان سے کیا کہا؟" ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا آپ کے حکم کے انتظار میں تھا، ان سے کچھ نہیں کہا۔

فرمایا ! "کیوں نہ ان کو حکم دیا کہ وہ اپنے گناہ شمار کریں ، ان کی نیکیاں ضائع نہ ہوں گی؟" پھر آپ چل پڑے، ہم بھی آپ کے ساتھ تھے، یہاں تک کہ آپ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس پہنچے اور کھڑے ہو گئے اور فرمایا "میں تمہیں یہ کیا کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں ؟ ان لوگوں نے جواب دیا "یہ کنکریاں ہیں جن پر ہم تسبیح ، تحلیل و تکبیر شمار کرتے ہیں ، فرمایا "اس کے بدلے تم اپنے گناہ شمار کرو ، میں ضامن ہوں کہ

تمہاری نیکیاں ضائع نہ ہوں گی : تم برباد ہو رہے ہو ، اے امت محمد ﷺ ! کیا ہلاکت نے اتنی جلد تمہیں پالیا ؟ یہ تمہارے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ابھی موجود ہیں ، آپ ﷺ کے کپڑے ابھی پرانے نہیں ہوئے اور برتن ابھی ٹوٹے نہیں ، اس ذات کی قسم ! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا تو تم محمد ﷺ کی ملت سے زیادہ ہدایت یافتہ ملت پر ہو یا گمراہی و ضلالت کا دروازہ کھول رہے ہو" ان لوگوں نے کہا ! ' اے ابو عبدالرحمٰن ! اللہ کی قسم ہم نے تو خیر ہی کا ارادہ کیا ہے، فرمایا " کتنے خیر کے طالب وہاں تک نہیں پہنچ پاتے ، بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا کہ ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا (یعنی دل پر اثر نہیں کرے گا)

اللہ کی قسم ! میں نہیں جانتا شائد اسکے مصداق تم میں سے اکثر لوگ ہوں گے" ،عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ! ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں میں شریک اکثر لوگ نہروان کے دن خوارج کے ساتھ ہم پر تیر برسا رہے تھے ۔"

(سنن الدارمی : ۱/ ۶۸۔ ۶۹ح ۲۱۰، و سند صحیح)



باب : ٤

اتباع کے معاملے میں مومنوں کا شیوا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾(سورۂ نور:۵۱)

''مومنوں کا تو بس یہی قول ہوتا ہے کہ جب ان کے آپس کے فیصلوں کے لئے ان کو اللہ (قرآن) اور رسول اللہ ﷺ (حدیث) کی طرف بلایا جاتا ہے تو کہتے ہیں ''ہم نے سن لیا اور اطاعت کی یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''

اہل ایمان پر رسول اکرم ﷺ کی اتباع واجب ہے۔

سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میری اور اس ہدایت کی مثال، جسے میں دے کر بھیجا گیا ہوں ایسی ہے جیسے کہ ایک آدمی اپنی قوم کے پاس آئے اور کہے، لوگو! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے جس سے تمہیں واضح طور پر خبردار کر رہا ہوں، لہٰذا اس سے بچنے کی فکر کرو، قوم کے کچھ لوگوں نے اس کی بات مان لی اور راتوں رات (چپکے سے) فرصت کے لمحات میں نکل گئے جبکہ دوسرے لوگوں نے جھٹلا دیا اور اپنے گھروں میں (غفلت سے) پڑے رہے۔ صبح کے وقت لشکر نے انہیں آلیا اور ہلاک کر کے ان کی نسل کا خاتمہ کر دیا۔ یہ مثال میری اور مجھ پر نازل کئے گئے حق کی پیروی کرنے والے اور نہ کرنے والے اور جس حق کو میں لے کر آیا ہوں اس کو جھٹلانے والے لوگوں کی ہے۔''

(صحیح البخاری : ۷۲۸۳، صحیح مسلم : ۲۲۸۳)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا جذبہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم !

آیئے دیکھیں کہ مومن کس جذبہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں:

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی جوڑا دیا، میں اسے پہن کر نکلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار دیکھے تو اسے پھاڑ کر (گھر کی) خواتین کو دے دیا۔''

(صحیح البخاری: ۵۸۴۰، صحیح مسلم: ۲۰۷۰، واللفظ لہ)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا جذبہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں دوپہر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کی پتھریلی زمین پر جا رہا تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' ابوذر رضی اللہ عنہ! میرے واپس آنے تک یہیں رکنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے حتی کہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے' اچانک میں نے کچھ شور اور آواز سنی تو مجھے خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حادثہ پیش نہ آگیا ہو۔ میں نے ارادہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جاؤں پھر مجھے یاد آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا'' جب تک میں واپس نہ آؤں تم یہیں ٹھہرنا'' چنانچہ میں رک کر آپ کا انتظار کرنے لگا۔''

(صحیح مسلم: ۲۳۰۴/ ۹۴)

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جذبہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (میرے ہاں قیام کے دوران) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کھانا پیش کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (حسب خواہش) اس میں سے تناول فرما لیتے اور باقی کھانا میرے پاس بھیج دیتے۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھائے بغیر ویسے کا ویسا ہی واپس بھیج دیا کیونکہ اس کھانے میں لہسن تھا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی'' کیا لہسن حرام ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' حرام تو نہیں

،میں اس کی ناگوار بُو کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہوں ۔'' سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرمانے لگے'' جس چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے ہیں، میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں ۔''

(صحیح : مسلم ۲۰۵۳)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا جذبہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا اِسْتَوٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ : ((اِجْلِسُوْا)) فَسَمِعَ ذٰلِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَلَسَ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَآهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ تَعَالَ یَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ دینے کے لئے) منبر پر تشریف لائے تو فرمایا'' لوگو! بیٹھ جاؤ۔'' سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنا تو مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا'' عبد اللہ! مسجد کے اندر آ کر بیٹھو۔'' (سنن ابی دائود : ۱۰۹۱ و سندہ حسن اس حدیث کو امام دین خزیمہ (۱۷۸۰) اور امام حاکم (۲۸۳، ۲۸۴) نے صحیح کہا ہے' حافظ ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے)

ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منفرد جذبہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، آپ نے اس کے ہاتھ سے اتار کر پھینک دی اور فرمایا'' تم میں سے کوئی شخص قصداً آگ کا انگارہ اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے'' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے کہا'' اپنی انگوٹھی اٹھا اور (پہننے کی بجائے) کوئی دوسرا فائدہ اٹھا لو (مثلاً اپنی بیوی کو دے دو یا بیچ دو)'' اس آدمی نے جواب دیا'' اللہ کی قسم! جس انگوٹھی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینکا ہے میں اسے کبھی

نہیں اٹھاؤں گا۔" (صحیح مسلم : ۲۰۹۰)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (غزوہ خیبر کے موقع پر) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کیا "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھریلو گدھے کا گوشت کھا رہے ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر دوسرا آدمی حاضر ہوا اور عرض کیا "لوگ گھریلو گدھے کا گوشت کھا رہے ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر خاموشی اختیار فرمائی، پھر تیسرا آدمی حاضر ہوا اور عرض کیا "لوگوں نے گھریلو گدھے ختم کر ڈالے ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کرنے والے کو حکم دیا اور اس نے بلند آواز سے یہ اعلان کیا "اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو گھریلو گدھا کھانے سے منع فرماتے ہیں۔" تمام لوگوں نے یہ سن کی اپنی ہنڈیاں الٹ دیں حالانکہ ان میں گوشت ابل رہا تھا۔

(صحیح البخاری : ۲۹۹۱' صحیح مسلم : ۱۹۴۰)

(۲) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ صرف فضیخ (کھجور سے بنائی گئی) شراب ہی استعمال کرتے تھے، میں (ایک مجلس میں) ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں کو شراب پلا رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی آیا اور پوچھا "کیا تمہیں اطلاع مل گئی ہے؟" انہوں نے کہا "کون سی اطلاع؟" آدمی نے کہا "شراب کی حرمت کی" یہ سنتے ہی سب نے بیک زبان کہا "انس رضی اللہ عنہ! یہ سارے مٹکے بہادو۔" انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "حرمت شراب کی اطلاع ملنے کے بعد نہ تو کسی نے اس کے بارے میں کوئی سوال کیا اور نہ ہی کسی نے تکرار کی۔"

(صحیح البخاری : ۴۶۱۷' صحیح مسلم : ۱۹۸۰)

(۳) سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (دوران سفر) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کسی مقام پر ٹھہرتے تو وادیوں اور گھاٹیوں میں اِدھر اُدھر بکھر جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا'' تمہارا وادیوں اور گھاٹیوں میں بکھر جانا شیطان کی طرف سے ہے۔''
اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی مقام پر ایسا نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح مل کر بیٹھتے کہ ایک ہی کپڑا ان پر ڈال دیا جائے تو سب کو ڈھانک لے۔ (سنن ابی داؤد : ۲۶۲۸' مسند الامام احمد : ۴/ ۱۹۳ و سندہ صحیح' اس حدیث کو امام ابن حبان (۲۷۴۵) اور امام حاکم ۲/ ۱۱۵ نے صحیح کہا ہے حافظ ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے)

(۴) سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد) سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کے رخ پر نماز پڑھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ (مسلمانوں کا قبلہ) بیت اللہ شریف ہو۔ (حکم الٰہی آنے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز بیت اللہ کے رخ پر پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (بیت اللہ شریف کے رخ پر) نماز ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک آدمی باہر نکلا اور اس کا گزر ایک مسجد پر ہوا' اس وقت نمازی حالتِ رکوع میں (بیت اللہ کی طرف رُخ کیئے ہوئے) تھے اس شخص نے (بلند آواز سے) کہا'' میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت اللہ شریف کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے۔'' (آواز سننے کے بعد) مسجد کے سارے نمازی حالت رکوع میں ہی بیت اللہ شریف کی طرف گھوم گئے۔''

(صحیح البخاری : ۴۴۸۴)

سبق

یہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن ہستیوں کا جذبۂ اتباع رسول اس قدر ہو ان کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے دین کے کسی معاملے میں عمل نہ کیا ہو بلکہ یہ کہنا بجا ہو گا کہ جو چیز صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں دین نہ تھی

آج دین نہیں ہوسکتی کیونکہ انہوں نے بعد والوں کے لیے قیل وقال کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔

اتباع حدیث کے فوائد وثمرات

(۱) اتباع حدیث رحمتِ باری تعالیٰ کی موجب ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝﴾ (ال عمران:۱۳۲)

''اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کروتا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

(۲) حدیثِ رسول کی پیروی سے اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝﴾ (سورہ عمران : ۳۱)

کہہ'' دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(۳) حدیث کی پیروی سے گناہ معاف ہوتے ہیں

فرمایا:

﴿یَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ (سورہ آل عمران) : ۳۱) ''وہ تمہارے گناہ بھی معاف فرمائے گا۔''

(۴) اتباعِ رسول میں ہی راہ ہدایت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ (سورہَ نور:۵۴) ''اگر تم اس (پیغمبر ﷺ) کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاجاؤگے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَتَهۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ﴾(شوریٰ:۵۲)

''اور بلاشبہ آپ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں''

رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والا کوئی بھی نہیں، اور نہ ہی آپ کے مبارک طریقے سے بڑھ کر کسی کا طریقہ ہوسکتا ہے، بلکہ دوسرے بذات خود ہدایت حاصل ہی نہیں کر سکتے، انہیں بھی ہدایت اور حق اگر مل سکتا ہے تو کتاب وسنت سے ہی مل سکتا ہے، لہذا حق یہی ہے کہ آپ ﷺ کی بات مانی جائے اور اسکے مطابق عمل کیا جائے کیوں کہ عقل مندی کا تقاضا بھی یہی ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَفَمَنۡ یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الۡحَقِّ اَحَقُّ اَنۡ یُّتَّبَعَ اَمَّنۡ لَّا یَهِدِّیۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ یُّهۡدٰی فَمَا لَكُمۡ كَیۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ۝﴾(سورئہ یونس:۳۵)

''کیا بھلا جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسکی پیروی کی جائے یا وہ جو خود ہدایت نہیں پاتا بلکہ اسے ہدایت دی جاتی ہے، تمہیں کیا ہوگیا ہے کیسے فیصلہ کرتے ہو''

(۵) حدیث کی اتباع سے گمراہی سے نجات ملتی ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنِّیۡ قَدۡ تَرَكۡتُ فِیۡكُمۡ مَا اِنِ اعۡتَصَمۡتُمۡ بِهٖ فَلَنۡ تَضِلُّوۡا اَبَدًا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِیِّهٖ

''میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ کے جا رہا ہوں جسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے' وہ اللہ کی کتاب اور اسکے نبی کی سنت ہے۔'' (المستدرك للحاكم ۱/ ۹۳ و سنده حسن)

(۶) اتباعِ حدیث میں کامیابی کا راز ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○﴾

(سورۂ احزاب:۷۱)

''جس نے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کی یقیناً اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی۔''

نیز فرمایا:

﴿اِنَّمَا كَان قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْآ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○﴾

(سورۂ نور : ۵۱،۵۲)

''اہل ایمان کا تو قول ہی یہی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف بلایا جائے تا کہ وہ انکے معاملات میں فیصلہ کریں تو وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور اطاعت کی ، یہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں، اور جو لوگ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کریں، خوف الٰہی رکھیں اور اس (کے عذابوں) سے ڈرتے رہیں یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''

(۷) حدیث کا پرچار کرنے سے انسان خوش باش رہتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءً ا سَمِعَ مِنَّا شَيْاءً فَبَلَّغَهٗ كَمَا سَمِعَهٗ (سنن الترمذی ۲۶۵۷، و قال "حسن صحیح"، مسند الامام احمد : ۱/ ۴۳۷، سنن ابن ماجه : ۲۳۲، و سنده صحیح، امام ابونعیم اصبہانی (حلیۃ الاولیاء : ۷/ ۳۳۱) کہتے ہیں صحیح ثابت ہے۔)

''اللہ اس بندے کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی چیز سنی اور اسے اسی طرح پہنچایا جس طرح سنا تھا۔''

(۸) اختلافی مسائل میں حدیث کی طرف رجوع کرنے سے معاملے میں خیر ہوتی ہے اور انجام میں حسن آتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ○﴾ (سورۂ نساء: ۵۹)

''اگر کسی معاملہ میں تنازعہ کرو تو اسکو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔'' (سورۂ نساء: ۵۹)

(۹) حدیث کی پیروی سے جنت میں داخلہ ملتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○﴾ (سورۂ نساء: ۱۳)

''جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا، اللہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری ساری امت جنت میں جائے گی ماسوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! کون ہے جو جنت میں جانے سے انکار کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى

''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے جنت میں جانے سے انکار کیا۔'' (صحیح البخاری: ۷۲۸)

(۱۰) حدیث کی اتباع میں عظیم لوگوں کی رفاقت حاصل ہوتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۝﴾ (سورۃ النساء:۶۹)

''اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا' جیسے نبی، صدیق، شہید اور صالح لوگ، یہی بہترین رفیق ہیں۔''



باب : ۵

حدیثِ رسول ﷺ سے انحراف و انکار کے نقصانات

حدیث چھوڑنا گمراہی ہے

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک شخص گھر میں ہی نماز پڑھ لیتا اور مسجد میں آنا ضروری نہ سمجھتا تھا تو آپ سخت غصے ہوئے اور لوگوں سے فرمایا کہ:

(مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَآءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادِيْ بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدَى وَ إِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ)

''جو چاہتا ہے کہ کل مسلمان کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے تو ان نمازوں کی پابندی کے لیے وہاں جائے جہاں سے ان کے لیے اذان دی جائے' اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لیے ہدایت کے راستوں کو دین بنایا ہے اور یہ بھی ہدایت کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے' اگر اس کی طرح تم نے بھی اپنے گھروں میں نماز پڑھنا شروع کر دی جس طرح یہ پیچھے رہنے والا کرتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ بیٹھو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا تو پھر گمراہ ہو جاؤ گے۔''

(صحیح مسلم : ۶۵۴)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ○﴾

(سورہ احزاب :۳۶)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا وہ واضح گمراہ ہوگا۔''

حدیث سے انحراف کرنے والے مومن نہیں بلکہ منافق ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○﴾ (سورہ نور: ۴۷،۴۸)

''اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر ان میں سے ایک فرقہ اس کے بعد بھی پھر جاتا ہے، یہ مومن ہی نہیں ہیں، جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے جھگڑے چکا دے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے۔''

حدیثِ رسول ﷺ کا انکار جنت میں جانے سے انکار

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِمَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ○﴾

(سورہ نساء: ۱۱۵)

''اور جو رسول کی مخالفت کریگا اپنے پاس ہدایت آجانے کے بعد اور مومنین کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے پر چلے گا، ہم اسکو وہاں پھیر دیں گے جہاں وہ پھرنا چاہتا ہے اور ہم اسے دوزخ میں ڈال دیں گے اور یہ برا ٹھکانہ ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝﴾ (سورۃ نساء: ۱۴)

''جو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے اللہ اسکو دوزخ میں داخل کرے گا اور اسکے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری ساری امت جنت میں جائے گی ماسوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا' صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے جو جنت میں جانے سے انکار کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے جنت میں جانے سے انکار کیا'' (صحیح بخاری: ۷۲۸۰)

حدیث کی مخالفت ہلاکت کا ذریعہ ہے

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میری لائی ہوئی چیز (نبوت ورسالت) کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنی قوم کو آکر کہا کہ اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے فوج دیکھی ہے' میں تمہیں واضح طور پر اس سے ڈرانے والا ہوں، لہذا بچ جاؤ! بچ جاؤ۔ تو قوم میں سے ایک جماعت نے اسکی بات مانی اور راتوں رات نکل کر پناہ گاہ میں جا چھپے اور بچ گئے، جبکہ ایک جماعت نے اسکو جھٹلایا اور صبح تک اپنے اپنے مکانات پر ہی رہے، اندھیرے میں دشمن نے حملہ کر دیا اور انہیں ہلاک کر کے غارت کر دیا، پس یہ مثال ہے اسکی جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لے کر آیا، اسکی پیروی کی اور اس شخص کی جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے آیا ہوں اسے جھٹلایا۔

(صحیح البخاری: ۷۲۸۳' صحیح مسلم: ۲۲۸۳)

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو جھٹلانے والا ہلاک ہو جاتا ہے۔

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِلَّةِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَايَزِيْغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ

''میں تمہیں ایسے روشن دین پر چھوڑ کر جارہا ہوں جسکی رات اسکے دن کی طرح ہے' اس سے صرف وہی روگردانی کرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے۔''

(السنة لابن ابی عاصم : ۴۸، صحیح)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہوگے، وہ اللہ کی کتاب اور اسکے رسول ﷺ کی سنت ہے۔'' (المستدرك للحاكم : ۱/ ۹۳، و سنده حسن)

معلوم ہوا کہ انہیں دو چیزوں پر چلنے والے واضح شاہراہ پر چلنے والے ہیں اور جو ان سے انحراف کریگا وہ ہلاک ہوجائے گا۔

حدیثِ رسول ﷺ کی مخالفت سے عذاب کا اندیشہ

سیدنا سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک آدمی بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا' آپ ﷺ نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ' اس نے کہا کہ میں طاقت نہیں رکھتا' آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہ رکھیں، پھر وہ اپنا ہاتھ (زندگی بھر منہ تک) نہ اٹھا سکا۔'' (صحیح مسلم : ۲۰۲۱)

سیدنا سعید بن مسیّب کے دادا سے آپ ﷺ نے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا ''حزن'' یعنی غم، آپ نے فرمایا کہ تیرا نام سھل (آسانی) ہے، اس نے کہا کہ نہیں، میرے دادا نے میرا نام حزن رکھا ہے، (یعنی آپ ﷺ کی پسندیدہ رائے کے مطابق نام نہیں بدلا بلکہ مخالفت کی اور اپنے باپ دادا کی بات کو ترجیح دی) تو سیدنا سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ اگر میرے دادا آپ ﷺ کے کہنے پر اپنا نام سھل رکھ لیتے تو ہمارے گھر میں آسانی ہی آسانی ہوتی مگر اس نے نافرمانی کی اور آج

تک ہمارے گھر سے فقر وفاقہ ختم نہیں ہوا۔" (صحیح البخاری : ۶۱۹۳)

حدیثِ رسول ﷺ سے انحراف کفر ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (سورئہ ال عمران:۳۲)

"فرمادیجئے کہ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اور اگر تم پھر گئے تو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا"

اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت سن لینے کے بعد اس سے انحراف کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ﴾ (سورۃ انفال:۲۰)

"اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اور سن لینے کے باوجود اس سے روگردانی مت کرو"

حدیث سے انحراف کرنے والوں کا انجام

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کرنے والوں کے لئے آخرت میں بدترین عذاب ہے اور ان کے لئے حسرت ہوگی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا﴾ (سورۂ احزاب: ۶۶)

"جس دن انکے چہرے جہنم میں الٹ پلٹ کئے جارہے ہوں گے تو وہ کہیں گے کہ کاش ہم نے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی"

نیز فرمایا:

﴿ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ط وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ○﴾ (سورہ نساء:۴۲)

''اس دن کافر اور وہ لوگ کہ جنھوں نے رسول ﷺ کی نافرمانی کی ہوگی چاہیں گے کہ کاش انکے ساتھ زمین کو برابر کردیا جائے اور وہ اللہ سے کوئی بات بھی نہیں چھپائیں گے۔''

مایوس ہوکر کہیں گے:

﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظّٰلِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ○﴾ (سورۂ فرقان:۲۷)

''اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹتے ہوئے کہے گا ہائے کاش! میں رسول ﷺ کے طریقے کو ہی اپنا لیتا''

اس آیت میں اللہ تعالی اس ظالم کی حالت سے آگاہ کر رہے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے طریقے اور آپ کی روشن تعلیمات سے انحراف کیا اور دوسرے لوگوں کے طریقے اختیار کئے اور انہیں ''پیر طریقت'' اور رہبر کامل مانتا رہا۔

حدیثِ رسول ﷺ کا استہزاء اور ناقدری کا انجام

﴿ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ○﴾

''بے شک ہم آپ کا مذاق اڑانے والوں سے انتقام لینے کے لئے آپ کو کافی ہیں۔'' (سورہ حجر: ۹۵)

نیز فرمایا:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ○﴾

(سورہ توبہ: ۶۵، ۶۶)

''اگر تم ان (منافقوں) سے پوچھو تم کیا باتیں کر رہے تھے؟ وہ فورا جواب دیں گے: بس ہم تو ذرا ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے' ان سے کہو: کیا تمہاری ہنسی اور دل لگی اللہ، اسکی آیات اور اسکے رسول کے ساتھ ہی تھی؟ اب معذرتیں پیش نہ کرو، ایمان لانے کے بعد تم نے کفر کیا ہے' اگر ہم نے تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیا تو دوسرے گروہ کو سزا ضرور دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ (سورۃ کوثر: ۳)

''بیشک آپ کا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔''



باب : ٦

دامنِ حدیث مضبوطی سے تھاما جائے

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةٌ وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فِطْرَةٌ فَمَنْ كَانَتْ فِتْرَتُهُ إِلَى سُنَّتِي فَقَدْ أَفْلَحَ وَمَنْ كَانَ إِلَى غَيْرِ ذَالِكَ فَقَدْ هَلَكَ

''ہر کام کیلئے شدت اور ہر شدت کیلئے رکنا ہے، پس جس کا رکنا میری سنت کی وجہ سے ہوا (ہر چیز پر سنت کو ترجیح دی) تو اس نے فلاح پائی اور جس نے میری سنت کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کی تو وہ ہلاک ہو گیا''

(مسند الامام احمد: ۲/ ۱۸۸، ۲۱۰، السنة لابن ابی عاصم: ۵۱، مشکل الاثار للطحاوی: ۲/ ۸۸ و سنده صحیح و صححه ابن حبان : ۱۱)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ

''اے لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم اسکو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے' وہ اللہ کی کتاب اور اسکے نبی کی سنت ہے۔'' (المستدرك للحاكم: ۱/ ۱۹۳ و سنده حسن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا' پس تم میری اور خلفائے راشدین ہدایت یافتہ کی سنت کو تھامے رکھنا، سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور سنت پر سختی سے کوشاں رہو اور نئے نئے امور سے

بچو ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

(سنن ابی داؤد : ۴۶۰۷' سنن الترمذی : ۲۶۷۶ و قال "حسن صحیح" مسند الامام احمد : ۴/ ۱۲۶' و سندہ صحیح)

سبق

معلوم ہوا کہ گمراہی ، اختلاف اور ہلاکت سے بچنے اور ہدایت، فلاح اور حق پانے کا واحد حل صرف کتاب وسنت ہی کو مضبوطی سے دامن گیر ہونے میں ہے، نئے نئے امور سے اجتناب کیا جائے جن کی اصل کتاب وسنت میں نہ ہو، خواہ وہ بھلے ہی لگیں۔



باب : ۷

دامنِ حدیث تھامنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اسلوب

اگر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ کرتے تو میں نہ کرتا

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا اور فرمایا:

اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یُقَبِّلُكَ مَاقَبَّلْتُكَ

”میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے، نہ نقصان دے سکتا ہے نہ نفع، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔“ (صحیح البخاری: ۱۵۹۷، صحیح مسلم: ۱۲۷۰)

انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ جب انس رضی اللہ عنہ شام سے واپس آئے تو ہم ان سے ”عین التمر“ کے مقام پر ملے، میں نے دیکھا کہ آپ گدھے پر سوار ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، اور آپ کا منہ قبلہ سے بائیں جانب تھا، اس پر میں نے کہا کہ میں نے آپ کو قبلہ کے سوا دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ

لَوْلَا اَنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَعَلَهُ لَمْ اَفْعَلْهُ

”اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی ایسا نہ کرتا۔“

(صحیح البخاری : ۱۱۰۰)

یہ بدعت ہے

سعد بن طارق الاشجعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ اے اباجان بلاشبہ آپ نے رسول اللہ ﷺ، ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا وہ فجر کی نماز میں (مستقل) قنوت نازلہ پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے کہا ''اَیْ بُنَیَّ مُحْدَثٌ'' اے میرے بیٹے یہ بدعت ہے'' (یعنی نہ آپ ﷺ ایسا کرتے' نہ خلفائے راشدین کرتے تھے، بعد کے لوگوں نے یہ بدعت بنائی ہے' اس سے بچ کر حدیث رسول ﷺ کا دامن تھام لو۔)'' (سنن ابن ماجه : ۱۲۴۱' سنن الترمذی : ۴۰۲' ۴۰۳' و قال "حسن صحیح" سنن النسائی : ۱۰۸۱' مسند الامام احمد : ۳/ ۴۷۲، و سنده صحیح)

اللہ کے رسول کی بات سن کر یہ عمل ہرگز نہ چھوڑوں

رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں سے کسی نے آپ سے جہاد کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے لیے ''بہترین جہاد حج ہے'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ کی یہ بات سننے کے بعد میں حج کبھی نہیں چھوڑوں گی۔''

(صحیح البخاری : ۵۶۵۲' صحیح مسلم : ۲۵۷۶)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُلِلّٰهِ كَثِيْرًا وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس طرح کے کلمات کہنے والا کون ہے؟'' لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا میں ہوں، اللہ کے رسول ﷺ! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تعجب ہوا کہ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے اس وقت سے ان کلمات کو ترک نہیں کیا۔''

(صحیح مسلم : ۱۲۹۷)

جو کام نبی ﷺ نے کیا میں اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رمل تو مشرکوں کو اپنی طاقت دکھانے کیلئے تھا، اب اسکی ضرورت نہیں مگر ہم ایسی چیز کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے جو اللہ کے رسول ﷺ کیا کرتے تھے۔" (صحیح البخاری : ۱۶۰۵، صحیح مسلم : ۱۲۷۰)

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا، انہیں کہا گیا کہ کیا آپ ایسا کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

وَمَا يَمْنَعُنِيْ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُهُ

"مجھے کیا چیز مانع ہوسکتی ہے جب کہ میں نے آپ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

(صحیح البخاری : ۳۸۷، صحیح مسلم : ۲۷۲، سنن الترمذی : ۹۳، سنن نسائی : ۱۱۸، سنن ابن ماجہ : ۵۴۳)

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (میرے ہاں قیام کے دوران) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب کھانا پیش کیا جاتا تو آپ ﷺ (حسب خواہش) اس میں سے تناول فرمالیتے اور باقی کھانا میرے پاس بھیج دیتے۔ ایک روز آپ ﷺ نے کھانا کھائے بغیر ویسے کا ویسا ہی واپس بھیج دیا کیونکہ اس کھانے میں لہسن تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کی "کیا لہسن حرام ہے؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "حرام تو نہیں، میں اس کی ناگوار بُو کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہوں۔" سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرمانے لگے "جس چیز کو آپ ﷺ ناپسند فرماتے ہیں، میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں۔"

(صحیح مسلم : ۲۰۵۳)

جسے اللہ کے نبی ﷺ نے چھوڑ دیا اسے میں نہیں لے سکتا

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی

کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، آپ نے اس کے ہاتھ سے اتار کی پھینک دی اور فرمایا" تم میں سے کوئی شخص قصداً آگ کا انگارا اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے" جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے کہا" اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور (پہننے کی بجائے) کوئی دوسرا فائدہ اٹھا لو (مثلاً اپنی بیوی کو دے دو یا بیچ دو)" اس آدمی نے جواب دیا" اللہ کی قسم! جس انگوٹھی کو رسول اللہ ﷺ نے پھینکا ہے میں اسے کبھی نہیں اٹھاؤں گا۔"

(صحیح مسلم : ۲۰۹۰)

جس چیز سے اللہ کے نبی ﷺ بیزار ہیں اس سے میں بھی بیزار ہوں

سیدنا ابو بردہ بن ابو موسیٰ (اشعری) کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو شدید درد ہوا، جس سے وہ بے ہوش ہو گئے، ان کا سر ان کے گھر والوں میں سے ایک خاتون کی گود میں تھا، اس خاتون نے چلانا شروع کر دیا۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ (غشی کی وجہ سے) اسے روک نہ سکے۔ جب ہوش آیا تو فرمانے لگے" جس بات سے اللہ کے رسول ﷺ بیزار ہیں میں بھی اس سے بیزار ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے چلانے والی، بال نوچنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی (عورت سے) اظہارِ بیزاری فرمایا ہے۔"

(صحیح البخاری : ۱۲۹۶، صحیح مسلم : ۱۰۴)

کیا تمہیں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کافی نہیں؟

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا فَيُهْدِيْ أَوْ يَصُوْمُ إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا

"کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کی سنت کافی نہیں کہ اگر تم میں سے کوئی حج سے روک لیا جائے تو وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرے پھر ہر چیز سے حلال ہو جائے پھر آئندہ سال حج کرے اور قربانی دے، اگر قربانی نہ پائے

تو روزے رکھے'' (تین ایام حج میں اور سات گھر آ کر)

(صحیح البخاری:۱۸۱۰)

کیا تیرے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی نمونہ نہیں ہے؟

سعید بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر پر تھا' مجھے جب صبح کے طلوع ہونے کا اندیشہ ہوا تو سواری سے اترا اور وتر پڑھا' جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملا تو اس نے فرمایا ''کہاں چلے گئے تھے؟'' میں نے کہا ''صبح کا وقت ہو رہا تھا اور میرا وتر ابھی رہتا تھا، میں نے سواری سے اتر کر وتر ادا کیا ہے'' آپ نے فرمایا:

اَلَیسَ لَكَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یُوْتِرُ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ

کیا آپ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی نمونہ نہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ اپنی سواری پر (بھی) وتر پڑھ لیتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۹۱۱، صحیح مسلم : ۳۶۶۷)

میں آپ کی حدیث پر عمل پیرا رہوں گا یہاں تک کہ آپ ﷺ سے جا ملوں

ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی' آپ نے اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ سورۃ پڑھی تو سجدہ (تلاوت) کیا، میں نے کہا یہ کیا ہے؟ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے اس سورۃ میں ابوالقاسم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے ان کے ساتھ سجدہ کیا ہے' پس میں تو ہمیشہ اس سورۃ میں سجدہ (تلاوت) کرتا رہوں گا یہاں تک کہ (کل قیامت کو) ان سے جا ملوں۔''

(صحیح البخاری : ۷۶۶۔ صحیح مسلم : ۱۲۴۲)

رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کے بعد تنگی اور آسانی میں میں نے یہ عمل نہیں چھوڑا

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا تَرَكْنَا اِسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ اَلْيَمَانِيِّ وَالْحَجَرِ فِيْ شِدَّةٍ وَلَا رُخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُمَا

"جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں رکنوں (یمانی اور حجر اسود) کا استلام کرتے دیکھا ہے، ہم نے بھی اس دن سے ان دونوں رکنوں کا استلام نہیں چھوڑا، نہ تنگی میں اور نہ آسانی میں۔"

صحیح البخاری و صحیح مسلم کی ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں کہ نافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ حجر اسود کا استلام اپنے ہاتھ سے کرتے پھر اپنے ہاتھ کو بوسا دیتے اور فرماتے مَا تَرَكْتُهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُهُ "جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ عمل کرتے دیکھا ہے تب سے میں نے اسے ترک نہیں کیا۔"

(صحیح البخاری: ۱۶۰۶، صحیح مسلم: ۱۲۶۸)

انہوں نے یہ دعا نہ چھوڑی

قتادہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کون سی دعا بکثرت پڑھا کرتے تھے' انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ کثرت سے یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ جب بھی دعا کا ارادہ فرماتے تو یہی دعا پڑھتے اور اگر کسی اور دعا کا ارادہ ہوتا تو پھر بھی یہ دعا اس کے ساتھ ملا لیتے۔

(صحیح مسلم: ۴۸۵۵)

میں آپ کی سنت میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑ سکتا

سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِ اِلَّا عَمِلْتُ بِهِ فَاِنِّي اَخْشٰى اَنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِهِ اَنْ اَزِيْغَ

”میں کسی بھی ایسی چیز پر عمل نہیں چھوڑ سکتا جس پر آپ ﷺ عمل کرتے تھے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں آپ کے قول وفعل میں سے کچھ بھی چھوڑوں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔“ (صحیح البخاری: ۳۰۹۳)

اگر تم اپنے نبی کی سنت چھوڑو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک شخص گھر میں ہی نماز پڑھ لیتا اور مسجد میں آنا ضروری نہ سمجھتا تھا تو آپ سخت غصے ہوئے اور لوگوں سے فرمایا:

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ

”جو چاہتا ہے کہ وہ مسلمان کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے تو اسے چاہئے کہ وہ نمازوں کی پابندی کے لئے وہاں جائیں جہاں ان کیلئے آذان دی جائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کیلئے ہدایت کے راستوں کو دین بنایا ہے اور یہ بھی ہدایت کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے، اگر اس آدمی کی طرح تم نے بھی گھروں میں نماز پڑھنا شروع کر دی جس طرح یہ پیچھے رہنے والا کرتا ہے، تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ بیٹھو گے اور اگر تم نے

اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے'' (صحیح مسلم : ۶۵۴)

یہ عمل تو سب سے بہتر ذات (رسول اللہ ﷺ) نے کیا ہے

اگر کسی نے حدیث کے مطابق عمل کیا اور اس پر اعتراض کیا گیا تو فوراً کہا کہ یہ عمل تو اس ذات نے بھی کیا جو تم سے بہتر تھیں یعنی رسول اللہ ﷺ نے یہ عمل کیا ہے اس لیے میں کر رہا ہوں' میں نے تو حدیث کے مطابق عمل کرنا ہے' دیکھیں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مسجد میں اسلامی شعر پڑھ رہے تھے' تو عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، ناراضگی کے انداز سے گھور کر دیکھا تو حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں اس مسجد میں شعر اس ذات کی موجودگی میں بھی پڑھتا تھا جو تجھ سے بہتر تھی۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ)۔''

(صحیح البخاری : ۳۲۱۲، صحیح مسلم : ۲۴۸۵)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ وقت کے خلیفہ اور امام ہیں' تو حسان رضی اللہ عنہ ان کی رائے کے خلاف حدیث رسول ﷺ پیش کر رہے ہیں' لہٰذا آج بھی مسلمانوں کا حق بنتا ہے کہ کسی امام یا بزرگ کی رائے آ جائے تو حدیث سے صرف نظر کرنے کی بجائے یہ کہا جائے ''جب ایک عمل اس امام سے بہتر شخص (محمد رسول اللہ ﷺ) سے مل رہا ہے تو مجھے اسی کے عمل کو دامن گیر ہونا چاہیے۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا۔

دیکھیں عبداللہ بن حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک بار) جمعہ کے دن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مؤذن کو اذان کہنے کا حکم دیا، اس دن بارش ہو رہی تھی، مؤذن نے کہا اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ، اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ، اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ، اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ پھر (ابن عباس نے موذن سے) کہا لوگوں میں اعلان کر دو کہ گھروں میں نماز پڑھ لیں' (مؤذن نے صَلُّوْا فِیْ رِحَالِکُمْ کہہ کر باقی اذان مکمل کر دی) لوگوں نے کہا آپ نے یہ کیا عجیب کام) کر دیا؟ انہوں نے فرمایا:

قَدْ فَعَلَ هٰذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّىْ

''یہ کام تو انہوں نے بھی کیا تھا جو مجھ سے بہتر اور افضل تھے (یعنی رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح اذان کہلوائی تھی) کیا آپ مجھ سے یہ چاہتے ہیں کہ میں لوگوں کو گھروں سے نکالوں اور وہ گھٹنوں تک کیچڑ میں دھنستے ہوئے میرے پاس (نماز باجماعت کی ادائیگی کے لیے) آئیں؟''

(صحیح البخاری : ۶۱۶، صحیح مسلم : ۶۹۹)

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَجَدَ اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ رضی اللہ عنہما فِیْ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُمَا

سورۂ اسماء انشقت میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے سجدہ کیا اور اس نے جو ان دونوں سے افضل تھے۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ نے)'' (سنن النسائی : ۹۶۴، و سندہ صحیح)

سبق

دیکھا! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیسے دامنِ حدیث تھاما؟ ان کی پسند اور ناپسند، جائز اور ناجائز کا تمام تر انحصار نبی کریم ﷺ کے عمل مبارک پر تھا، جو آپ ﷺ نے لیا، (چاہا پسند کیا اور اپنایا) اسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے ایمان وعمل کا زیور بنایا اور جیسے آپ ﷺ نے چھوڑا (ناپسند کیا، ناجائز اور حرام کیا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے دوری اختیار کی، اسے نہ چاہا، اسے ناپسند ناجائز اور غیر مشروع جانا، ہمیں بھی چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی سیرت کو نمونہ بنائیں اور دین اور غیر دین میں امتیاز کا پیمانہ احادیثِ نبوی ﷺ کو بنائیں اسی میں ہماری ہدایت اور دنیا وآخرت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔



باب : ۸

اختلافی مسائل میں دامنِ حدیث مضبوطی سے تھاما جائے

جب اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان مستحکم ہو ، اور دل محبتِ رسول ﷺ سے عملاً سرشار ہوں ، حدیثِ رسول ﷺ کی اہمیت دلوں میں اجاگر ہو ، تو ہر مومن اختلافی مسائل میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کرے گا اور ایسا کرنے سے اس کے اعمال کتاب وسنت کے مطابق ہوں گے اور جب اعمال کتاب وسنت کے مطابق ہوئے تو وہ عنداللہ مقبول بھی ہو جائیں گے ۔

اگر مسائل میں اختلاف آئے ، دعویٰ محبتِ رسول ﷺ بلکہ عشقِ رسول ﷺ کا ہو مگر مسئلہ کے لئے دلیل اپنے مولوی یا امام ، پیر فقیر کو بنایا جائے' تو سمجھ لو نہ ایمان مکمل ہے' نہ ہی عمل سنت کے مطابق ہے' بلکہ یہی چیز فرقہ واریت اور اختلافات کا سبب ہے' جو کہ صراط مستقیم سے دور لے جاتی ہے اور گمراہی کی دلدل میں پھنسا کر رکھ دیتی ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اختلافی مسائل کے حل کرنے میں قرآن وسنت ہمیں کیا تعلیم دیتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۝﴾ (سورۂ نساء : ۵۹)

" اے ایمان والو ! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی ۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف

کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ کی طرف اور رسول ﷺ کی طرف' اگر تمہارا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے ، یہ بہت بہتر اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔"

معلوم ہوا کہ اولوالامر کی فرمانبرداری علی الاطلاق نہیں' بلکہ مشروط ہے' اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ' اسی لئے" اطیعو االله" کے بعد "اطیعوا الرسول" تو کہا کیونکہ یہ دونوں اطاعتیں مستقل اور واجب ہیں'لیکن" اطیعوا اولی الامر" نہیں کہا' کیونکہ امراء وحکام کی اطاعت مستقل نہیں ہے' بلکہ اس وقت تک انکی اطاعت کی جائے گی جب تک کہ عوام کو صرف اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی بات بتلائیں، لیکن اگر وہ اس سے انحراف کریں تو عوام کو ان کی اطاعت ہرگز نہیں کرنی چاہیے ۔ ایسی صورت میں جانتے بوجھتے ان کی اطاعت کرنا معصیت اور ہلاکت کا باعث ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں تقلیدِ شخصی اور تقلیدِ معین کا رد کیا گیا ہے' اس تقلید نے اتحادِ امت کا شیرازہ بکھیر دیا ہے

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾

(سورۂ نساء : ٦٥)

"سو قسم ہے تیرے پروردگار کی ! یہ مومن نہیں ہو سکتے ، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔"

جو لوگ اپنے مسائل کے حل کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو حاکم بنانے کی بجائے' کسی تیسری شخصیت کو حاکم بناتے ہیں جبکہ دعویٰ ایمان کا ہے' ایسے لوگوں کو قرآن نے منافق قرار دیا اور ان کے حاکموں کو طاغوت قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ

قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْآ اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْآ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ○ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ○﴾ (سورۂ نساء: ۶۰، ۶۱)

''کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا ہے، اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے (غیر اللہ طاغوت) کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ طاغوت کا انکار کریں، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور ڈال دے۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے نازل کردہ کلام کی طرف اور رسول ﷺ کی طرف آ ؤ تو آپ دیکھ لیں گے کہ یہ منافق آپ سے منہ پھیر کر رُک جاتے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی مسئلے میں اختلاف ہو تو میری اور میرے خلفاء کی سنت کو مضبوطی سے تھا جائے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

فَاِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا وَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَا جِذِوَ اِيَّاكُمْ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِفَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

''تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا، تب میری اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کا التزام کرنا اور اس پر مضبوطی سے جمے رہنا اور نئی نئی چیزوں (بدعات) سے بچنا کیوں کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (سنن ابی داؤد: ۴۶۰۷، و سنن الترمذی: ۲۶۷۶، سنن ابن ماجه: ۴۲۔ مسند الامام احمد: ۴/ ۱۲۶، ۱۲۷ و سنده صحیح)

کسی مومن کو اختیار نہیں کہ وہ قرآن وحدیث کے فیصلے کو رد کردے

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝﴾ (سورۂ احزاب:۳۶)

''کسی مومن مرد اور عورت کا اپنے معاملہ میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا کہ جب اللہ اور اسکا رسول کوئی فیصلہ فرمادیں اور جوکوئی بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کریگا تو وہ صریح گمراہی میں ہے۔''

آج کتنے ہی نام نہاد مسلمان ہیں کہ کسی اختلافی معاملے میں حدیث رسول مل جانے کے باوجود اپنی مرضی کے ساتھ اپنے مزعوم امام کے اقوال کو حق سمجھتے ہوئے اس پراڑ جاتے ہیں۔ اور اپنے ایمان وعمل کا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

ایمان واسلام کی سلامتی اسی میں ہے کہ اختلاف میں حدیث کی طرف رجوع کیا جائے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝﴾

(سورۂ نساء: ۵۹)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے امر والوں (حکمرانوں) کی بھی، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسکو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہی سب سے بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے''

مذکورہ آیات میں ایمان کی شرط اطاعتِ رسول کوقرار دیا گیا ہے،جسکا صاف مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر ایمان کا تصور ہی ممکن نہیں ہے، لہٰذا سنت اورحدیث پرعمل کئے بغیر ایمان سے محرومی ہی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ اپنی ذات کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ کواختلافی مسائل میں ثالث مان کر دل نہ جماؤ گے تو مومن نہ رہو گے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۝﴾

(سورۂ نساء : ۶۵)

''تیرے رب کی قسم ہے! یہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپس میں تمام اختلافات میں آپکوحاکم نہ مان لیں، پھر جوآپ فیصلہ کردیں تو وہ اپنے دلوں میں (اس فیصلے کے بارے میں) کوئی تنگی نہ پائیں اورفرمانبرداری سے قبول کرلیں۔''

مذکورہ آیات میں بتلایا گیا ہے کہ ایمان کی کسوٹی رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو ماننا اور دل وجان سے تسلیم کرنا ہے،تو ایمان سلامت نہیں۔

لہٰذا ضروری ہے کہ آج اختلافی مسائل میں حدیثِ رسول ﷺ کی دلیل مانگی جائے،حدیثِ رسول ﷺ سامنے آجانے کے بعد سرتسلیم خم کرنا چاہیے،دل میں تنگی نہ آنے پائے۔

اختلافی مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث کا دامن نہ چھوڑا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واقعی تمام اختلافی مسائل میں کتاب وسنت کی طرف رجوع فرماتے تھے، جہاں کہیں اپنے اجتہاد سے کام لیا بھی' تو حدیث ملتے ہی اپنے موقف کو ترک کر کے کتاب وسنت کو گلے لگالیا کیونکہ انکے دل حقیقت میں سنتِ رسول ﷺ کی محبت سے سرشار تھے اور وہ حدیث کی اہمیت سے واقف تھے۔

چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور لایا جاتا ہے' جس نے تیسری بار چوری کی ہے' دو حدیں لگ چکی ہیں' دائیاں ہاتھ اور بائیاں پاؤں پہلے کاٹا جاچکا ہے، اب سنت کے مطابق اس کا دوسرا ہاتھ کاٹنا چاہیے تھا' مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اگر اس کا دوسرا ہاتھ کاٹ دیا جائے ،تو بالکل محتاج ہو جائے گا' لہٰذا دوسرا پاؤں کاٹ دیتے ہیں ،سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتُقْطَعَنَّ یَدُہُ الْاُخْرٰی

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ،اس کا دوسرا ہاتھ کاٹا جائے گا''، تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا پس ہاتھ کاٹ دیا گیا۔'' (السنن الکبریٰ للبیہقی:۸/ ۲۷۴ و سندہٗ حسن)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں عمر میں بڑا ہوں، مجھے سبقتِ اسلام کا شرف حاصل ہے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جماعتیں کروائی ہیں، پہلا خلیفہ ہوں ،لہٰذا میری بات غلط نہیں ہو سکتی ،جیسا کہ آج ہمارے بعض بھائی کہہ دیتے ہیں ''کیا ہمارے علماء کم علم رکھتے تھے؟ وہ حدیث نہیں جانتے تھے؟ آخر وہ بھی تو سب کچھ جانتے تھے ، انہوں نے یہ مسئلہ جیسے بتایا وہ کیونکر غلط ہو سکتا ہے وغیرہ''۔؟ نہیں بھائیو! بلکہ بڑے سے بڑے عالم کے پاس بسا اوقات حدیث نہیں پہنچ پاتی ،لہٰذا جب وہ بات کرے' تو اس سے دلیل مانگنی چاہیے کہ جناب کتاب وسنت سے دلیل پیش کرو، کتنے ہی مسائل ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں گذری' مگر بعض اوقات کوئی حدیث ان میں سے بعض تک نہیں پہنچتی تھی ،اس لئے وہ ہر مسئلہ میں دلیل طلب کرتے تھے۔

جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے: انہوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، جب وہ ان کے دروازے پر آئے ، تین دفعہ سلام کہا ، جواب نہ ملا، واپس چل دیئے۔ پیچھے سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نکلے اور پوچھا کہ واپس کیوں جا رہے ہو؟

انہوں نے بتایا کہ میں نے تین دفعہ سلام کہا، آپ نے جواب نہیں دیا، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی تین مرتبہ اجازت مانگے، نہ ملے تو واپس چلا جائے، تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس پر دلیل پیش کرو' ورنہ میں تجھے کوڑے لگاؤں گا، تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کیا مسئلہ ہے ؟ تو آپ نے بات بتائی، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اس بات سے ہمارا بچہ بچہ واقف ہے، لہٰذا ابوسعید رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں قوم میں سب سے چھوٹا تھا' تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ' کے پاس جاؤ۔(اور گواہی دو)۔''

(صحیح البخاری: ۶۲۴۵، صحیح مسلم: ۲۱۵۳)

معلوم ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا صحابی بھی بسا اوقات حدیث سے بے خبر ہوسکتا ہے' جبکہ قوم کا ہر فرد اس کو جانتا ہو، تو کیوں نہیں ہمارے آئمہ دین سے بھی حدیث کے بارے میں ناواقفیت ہوسکتی ہے' لہٰذا اختلافی مسائل میں یہ نہ کہا جائے کہ کیا ہمارے امام نہیں جانتے تھے؟ کیا وہ بے علم تھے وغیرہ؟ بلکہ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر بات کی دلیل طلب کی' ہمیں بھی دلیل کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ اور اگر حدیث بطور دلیل مل جائے تو اس کے مقابلے میں کسی امام یا بزرگ کی بات کو ترجیح نہ دی جائے۔

قبیصہ بن ذویب سے روایت ہے کہ میت کی دادی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس میراث مانگنے کو آئی، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ' اللہ کی کتاب میں تیرا کچھ حصہ نہیں ہے' نہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کوئی حدیث سنی ہے، جاؤ میں لوگوں سے پوچھ کر بتاؤں گا' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا' تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں اس وقت موجود تھا جب میرے سامنے رسول اللہ ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا۔'' تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا کوئی دوسرا آپ کے ساتھ تھا؟'' تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور جیسا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا ویسا ہی بیان کیا، تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چھٹا حصہ اسے دلا دیا۔''

(سنن ابی داؤد: ۲۸۹۴، سندہ صحیح)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کو بھی بعض دفعہ کسی حدیث کا علم نہ ہوا۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ وہ کتاب وسنت سے دلیل طلب کرتے تھے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیتے تھے لیکن جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا (تو پھر عمر رضی اللہ عنہ نے جزیہ لینا شروع کر دیا) (صحیح البخاری: ۳۱۵۶)

سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دیت صرف والد کے رشتہ داروں کے لئے ہے' اس لئے بیوی کو شوہر کی دیت سے کچھ حصہ نہیں ملے گا، یہاں تک کہ ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے (عمر رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو میری طرف پیغام لکھ کر بھیجا تھا کہ میں اسکی بیوی کو اسکے شوہر کی دیت کا حصہ دلاؤں چنانچہ (فَرَجَعَ عُمَرُ) عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔

(سنن ابی داؤد: ۲۹۲۷' السنن الکبری للنسائی: ۶۳۶۳' ۶۳۶۴' سنن الترمذی: ۲۱۱۰' سنن ابن ماجه: ۲۶۴۲' مسند الامام احمد: ۳/ ۴۵۲، و سنده صحیح اس حدیث کو ابن الجارود ۹۶۶ نے بھی ''صحیح'' کہا ہے۔)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس چند مرتد لائے گئے تو آپ نے ان کو جلانے کا حکم دیا، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کسی کو آگ کا عذاب نہ دو'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا: ''ابن عباس سچ کہتے ہیں''

(سنن الترمذی: ۱۴۵۸ و قال "حسن صحیح" و سندہ صحیح)

لمحۂ فکریہ: صحیح حدیث کے مقابلے میں جب ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے' جو شخص حدیث کے مقابلے میں کسی اور شخص کے قول یا کسی اور کی رائے اور اجتہاد کی کوئی حیثیت سمجھتا ہے' اس کا انجام آپ خود سوچ لیں۔

سبق

معلوم ہوا کہ فرقہ واریت کا خاتمہ اور تمام اختلافات کا حل اسی میں ہے کہ ہر چھوٹے بڑے کی رائے قول اور فتویٰ کو چھوڑ کر حدیث رسولِ مقبول ﷺ سے دامن گیر ہوا جائے کیونکہ ہماری کامیابی نجات اور ہدایت اسی چیز میں ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی، کتاب وسنت سے دوری اسلام سے دوری ہے اللہ کے ہاں پسندیدہ دین اسلام ہے اور دین اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز کو چاہنا اپنانا اللہ کے ہاں ہرگز مقبول نہیں۔



باب : ۹

فتنے میں بھی کتاب وسنت کا دامن نہ چھوڑا جائے

عبیداللہ بن زیاد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے یزید کے زمانے میں بصرے کے عامل تھے، سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کرنے کے لیے ان کے پاس آئے (یہ اس بیماری کا واقعہ ہے جس میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فوت ہوئے) تو اس موقعہ پر معقل رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ حدیث سنائی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا۔

مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

"کوئی بھی بندہ جسے اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا حاکم بنا دے اسے جس دن موت آئے وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رعیت کو دھوکا دینے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے۔"

(صحیح البخاری : ۷۱۵۰، صحیح مسلم : ۱۴۲)

ابوشریح العدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے عمرو بن سعید کو اس وقت کہا جب وہ لشکروں کو مکہ (پر چڑھائی) کے لئے بھیج رہا تھا، اے امیر! مجھے اجازت دے کہ میں تجھے ایک بات بتاؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن صبح فرمائی ہے، میرے کانوں نے سنا، میرے دل نے یاد کیا، میری آنکھوں نے دیکھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بات ارشاد فرمائی، اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور اسکی تعریف کی اور پھر فرمایا: "مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، لوگوں نے نہیں کیا، جو آدمی اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس

کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسمیں خون ریزی کرے اور درخت کاٹے۔۔۔۔۔۔الخ

(صحیح البخاری ۴۲۹۵، مسلم:۱۳۵۴)

عیاض بن عبداللہ بن ابی سرح بیان کرتے ہیں کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز آئے اور مروان بن حکم خطبہ پڑھا رہے تھے، انہوں نے دو رکعتیں پڑھنا شروع کر دیں' چوکیدار آیا تاکہ آپ کو بیٹھا دے مگر وہ نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعتیں پڑھ لیں' جب آپ نے جمعہ پڑھ لیا تو ہم آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے، قریب تھا کہ یہ لوگ آپ پر ٹوٹ پڑتے (اور آپ سے جھگڑتے) آپ نے فرمایا، میں تو ان دونوں رکعتوں کو نہیں چھوڑ سکتا تھا، اس کے بعد کہ جب میں نے یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھا ہے' پھر روایت کیا کہ ایک آدمی جمعہ کے دن خستہ حالت میں آیا، اس حال میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انہیں دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا اور وہ دو رکعتیں پڑھ رہا تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔''

(سنن الترمذی : ۵۱۱، مسند الحمیدی : ۲/ ۳۲۹۔۳۲۷، السنن الکبریٰ للبیهقی : ۳/ ۱۹۴، الاوسط لابن المنذر : ۴/ ۹۴، ح : ۱۸۴۳، سنن الدارمی : ۱۵۹۳، و سندہٗ صحیح، اس روایت کو امام ابن خزیمہ (۱۸۳) اور امام ابن حبان (۲۵۰۵) رحمہما اللہ نے ''صحیح'' اور امام ترمذی نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔)

کتاب وسنت پر بیعت

وہ قرون اولیٰ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہی کے رنگ میں رنگے ہوئے، اقتدار پر بھی خود کو کتاب وسنت کے ڈھانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے تھے، چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سے پہلے خطبہ ارشاد دیا جس میں فرمایا:

اَطِيْعُوْنِىْ مَا اَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَلَا طَاعَةَ لِىْ عَلَيْكُمْ

''جب تک میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تو میری بات مانو

اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو پھر تم پر میری اطاعت ضروری نہیں‘‘ (السیرۃ لابن ھشام : ۲/ ۸۲، و سندہ حسن)

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو عبدالرحمٰن بن ام حکم بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے، یہ دیکھ کر انہوں نے فرمایا ’’اس خبیث کی طرف دیکھو، بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا (سورئہ جمعہ) ’’جب لوگوں نے تجارت یا کھیل کود دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور تجھے کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔‘‘

(صحیح مسلم : ۸۶۴)

عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مروان (حاکم وقت) کے بیٹے بشیر کو منبر پر (دوران خطبہ) دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے دیکھا تو فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو خراب کرے، میں نے نبی ﷺ کو اس سے زیادہ کرتے نہیں دیکھا اور پھر اپنی انگشتِ شہادت سے اشارہ کیا۔‘‘

(صحیح مسلم : ۲۰۵۳)

سبق:

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر دور میں حدیث کا دامن مضبوطی سے تھاما یہاں تک کہ اقتدار کے فتنوں میں وقت کے حاکموں کے سامنے بھی دامنِ حدیث نہ چھوڑا، بلکہ ان تک بھی حق پہنچایا، آج ہمارا بھی فرض ہے کہ حالات و واقعات خواہ کیسے ہی ہوں حدیثِ رسول ﷺ کو ہمہ وقت سینے سے لگائے رکھیں۔



باب : ۱۰

آدابِ رسالت مآب ﷺ

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس (بیٹھا) تھا کہ ایک آدمی نے کہا ''اگر میں اسلام لانے کے بعد حجاج کو پانی پلاؤں تو مجھے یہی عمل کافی ہے''، دوسرے نے کہا ''اگر میں اسلام لاؤں اور مسجد حرام کو آباد کروں تو مجھے یہی عمل کافی ہے''، ایک اور آدمی نے کہا ''جہاد فی سبیل اللہ'' اس سے بھی افضل ہے جو تم کہہ رہے ہو تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا اور فرمایا:

﴿لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ عِنْدَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ﴾

''رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔''

(مسند لامام احمد : ۴/ ۲۶۹' صحیح مسلم : ۱۸۷۹)

دیکھیں کیسا ادب ہے کہ آپ ﷺ کے منبر اور مصلی کا بھی ادب واحترام آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ کے ہر انداز اور آپ سے متعلق ہر چیز کا ادب فرماتے مگر آج مشرک اور بدعتی قال قال رسول اللہ کہنے والوں اور آپ ﷺ کی ایک ایک سنت اور ایک ایک حدیث پر عمل پیرا ہونے والوں کو گستاخِ رسول کہتے ہیں' خود کتنے گستاخ ہیں کہ کبھی اماموں، کبھی بزرگوں اور کبھی مشرک اکابرین کے طریقے کو لیتے ہیں مگر حدیث کو نہیں اور پھر حدیث والوں کو اماموں کا منکر کہتے ہیں۔ اس سے بہت ہی زیادہ لائق ہے کہ آپ ﷺ کی حدیث اور سنت کا احترام کیا جائے اور ہر ادنی واعلی کی بات جو سنتِ رسول ﷺ کے خلاف ہو، بے دریغ ترک کردی جائے، احترام سب کا مگر اطاعت رسول اللہ ﷺ کی کی جائے، کیا کسی شخصیت پرست قوم اور بزرگوں

کی اندھی تقلید اور اس پر جمود اختیار کرنے والی قوم سے یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرنے میں صادق ہے؟ ہرگز نہیں کیوں کہ انہوں نے تو اپنے فقہی قوانین میں دوٹوک لکھ دیا ہے کہ جو آیت یا حدیث ہمارے امام کے قول کے خلاف آجائے ہم اسے منسوخ تو کہہ سکتے ہیں، مان نہیں سکتے، وہ تو اپنے امام کے دفاع کیلئے احادیثِ رسول ﷺ کو قرآن کے مخالف ثابت کرکے احادیث کو رد کرتے ہیں' وہ تو علانیہ حنفی، بریلوی، دیوبندی، حنبلی، مالکی، شافعی، چشتی، قادری، سہروردی کہلاتے ہیں، لیکن محمدی کہلوانے کی توفیق نہیں۔

آپ ﷺ کی رسالت کا ادب

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم ﷺ کو بیت اللہ شریف جانے سے روک دیا گیا اور اہل مکہ سے صلح (حدیبیہ) طے پاگئی، اس وقت آپ ﷺ نے صلح کی شرائط لکھواتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''ہمارے درمیان جو شرط طے پائی ہے وہ لکھو، ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے'' اس پر مشرکین مکہ نے کہا'' اگر ہم آپ کو رسول مانتے تو آپ کی بیعت کر لیتے، لہٰذا اس کی جگہ ''محمد بن عبداللہ'' لکھو۔'' رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ''رسول اللہ'' کا لفظ مٹا دو۔ تو سیدنا رضی اللہ عنہما علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے لیے مناسب نہیں کہ میں اسے مٹا دوں' آخر آپ ﷺ نے فرمایا لاؤ میں خود مٹاتا ہوں۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جگہ دکھائی تو آپ ﷺ نے خود اسے مٹا دیا۔''

(صحیح البخاری : ۳۱۸۴' صحیح مسلم : ۱۷۸۳/ ۹۲)

آپ ﷺ کے لعاب مبارک کا ادب

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عروہ (بن مسعود ثقفی مذاکرات کے بعد) اپنے لوگوں (یعنی قریش مکہ) کے پاس واپس گیا اور ان سے کہا''لوگو، اللہ کی قسم!

میں بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں اور قیصر و کسریٰ نیز نجاشی کے دربار بھی دیکھ کر آیا ہوں مگر میں نے کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اتنی عزت کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے اصحاب محمد ﷺ کی عزت کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پڑتا ہے اور وہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے اور جب وہ کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور وضو کرتے ہیں تو لوگ انکے وضو سے بچے ہوئے پانی کے لئے لڑتے مرتے ہیں اور جب گفتگو کرتے ہیں تو انکے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں اور تعظیم کیوجہ سے ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔''

(صحیح البخاری : ۲۷۳۱)

آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کا ادب

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ مذکورہ طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقعہ پر نمائندہ قریش) عروہ بن مسعود ثقفی، نبی اکرم ﷺ سے باتیں کرنے لگا، وہ جب بھی گفتگو کرنے لگتا' آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتا۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اپنے سر پر خود پہنے نبی اکرم ﷺ کے پاس کھڑے تھے اور ان کے ہاتھ میں تلوار تھی' جب عروہ اپنا ہاتھ نبی اکرم ﷺ کی داڑھی مبارک کی طرف بڑھاتا تو سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر دے مارتے اور فرماتے ''اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک سے دور رکھ''

(صحیح البخاری : ۲۷۳۱)

آپ ﷺ کی آواز مبارک کا ادب

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' جب یہ آیت نازل ہوئی ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اپنی آواز نبی اکرم ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو'' (سورہ الحجرات،

۲) تو سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے گھر بیٹھ گئے (ثابت رضی اللہ عنہ کی آواز قدرتی طور پر اونچی تھی) اور کہنے لگے ''میں تو آگ والوں میں سے ہوں'' اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا ''اے ابو عمرو رضی اللہ عنہ (حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی کنیت) ثابت رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، کیا وہ بیمار ہے؟'' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''وہ میرا ہمسایہ ہے اور میرے علم کی حد تک تو بیمار نہیں۔'' چنانچہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ، ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا تذکرہ کیا۔ سیدنا ثابت رضی اللہ عنہ کہنے لگے ''فلاں آیت نازل ہوئی ہے اور تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں میری آواز تم سب لوگوں سے زیادہ اونچی ہے، میں جہنمی ہو گیا۔'' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے (واپس آکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نہیں وہ تو جنتی ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۱۹)

سیدنا ابوملیکہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قریب تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز میں بات کرنے کی وجہ سے (ہم میں سے) دو سب سے بہتر آدمی ہلاک ہو جاتے۔ ہوا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ بنوتمیم کے کچھ لوگ آئے تو سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما میں سے ایک نے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو امیر بنانے کا (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) مشورہ دیا۔ دوسرے صاحب نے ایک اور آدمی کو امیر بنانے کا مشورہ دیا۔ سیدنا نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے اس آدمی کا نام یاد نہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ''تم نے صرف میری مخالفت کیلئے یہ مشورہ دیا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''میرا ارادہ تیری مخالفت کا نہ تھا'' اس گفتگو میں دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔'' (سورہ الحجرات، ۲)

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس قدر پست آواز سے بات کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار پوچھنا

پڑھتا۔ (تم نے کیا کہا؟) (صحیح البخاری ۴۸۴۷)

آپ ﷺ کی وحی کا ادب

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ اپنا سر مبارک جھکا لیتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے سر جھکا لیتے، جب وحی ختم ہو جاتی تو رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک اٹھا لیتے (اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے سر اٹھا لیتے)

(صحیح مسلم: ۲۳۳۵)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا "چلو ام ایمن رضی اللہ عنہا سے مل کر آئیں، رسول اللہ ﷺ بھی انہیں ملنے جایا کرتے تھے۔" جب دونوں وہاں پہنچے تو ام ایمن رونے لگیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا "آپ کیوں روتی ہیں، اللہ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے (دنیا کی نعمتوں سے کہیں زیادہ) بہتر ہیں۔" سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کہنے لگی "میں اس لئے نہیں روتی کہ مجھے یہ علم نہیں کہ اللہ کے پاس اپنے رسول ﷺ کے لئے بہت کچھ ہے بلکہ میں اس لئے روتی ہوں کہ اب وحی آنے کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔" سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی اس بات سے سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو بھی رونا آ گیا اور وہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ رونے لگے۔ (صحیح مسلم: ۲۴۵۴)

آپ ﷺ کے جلال کا ادب

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی سے محبت نہ تھی، نہ ہی میری نگاہ میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کی شان تھی۔ آپ ﷺ کے جلال کی وجہ سے آپ ﷺ کو آنکھ بھر کر دیکھنے کی میرے اندر ہمت نہ تھی، اگر کوئی مجھ سے آپ ﷺ کا حلیہ مبارک پوچھے تو میں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میں آپ ﷺ کو

آنکھ بھر کر کبھی نہیں دیکھ سکا۔'' (صحیح مسلم : ۱۲۱)

آپ ﷺ کے فقر و فاقہ کا ادب

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی، انہوں نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو بھی کھانے کی دعوت دی لیکن سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا، رسول اللہ ﷺ دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ (صحیح البخاری : ۵۴۱۴)

آپ ﷺ کے آرام کا ادب

قَدِمْتُ اَنَا وَعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِلَی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوَجَدْنَاهُ قَائِلاً فَرَجَعْنَا اِلَی الْمَنْزِلِ

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ''میں اور (میرے والد) عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ملنے کی غرض سے حاضر ہوئے، لیکن آپ دوپہر کے وقت سو رہے تھے، لہٰذا ہم گھر واپس آ گئے۔'' (صحیح البخاری : ۳۹۱۶)

آپ ﷺ کی نیند کا ادب

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (ایک سفر میں) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آدھی رات کا وقت ہو گیا تو آپ ﷺ (سواری پر) اونگھنے لگے۔ میں آپ ﷺ کے پہلو میں (پیدل) چل رہا تھا۔ آپ سواری سے جھکنے لگے تو میں نے آپ ﷺ کو جگائے بغیر سہارا دیا حتی کہ آپ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، ہم چلتے گئے حتی کہ رات کا کافی حصہ گزر گیا۔ آپ ﷺ (اونگھ کی وجہ سے) پھر جھکنے لگے تو میں نے آپ ﷺ کو جگائے بغیر سہارا دیا حتی کہ آپ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ ہم چلتے گئے حتی کہ فجر کا وقت ہو گیا۔ اس بار آپ ﷺ پہلی دونوں مرتبہ سے بھی زیادہ جھکے، قریب تھا کہ آپ ﷺ سواری سے گر پڑتے، میں نے آگے بڑھ کر پھر آپ ﷺ کو سہارا دیا۔ اس بار

آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور پوچھا ''کون ہے؟'' میں نے عرض کی ''ابوقتادہ ہوں'' آپ ﷺ نے پوچھا ''کب سے میرے ساتھ اس طرح چل رہے ہو؟'' میں نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ ! رات بھر سے، آپ ﷺ کیساتھ اسی طرح چل رہا ہوں۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہاری حفاظت فرمائے جس طرح تم نے اس کے نبی کی حفاظت کی ہے۔'' (صحیح مسلم ۶۸۱)

آپ ﷺ کے راز کا ادب

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اَسَرَّ اِلَیَّ نَبِیُّ اللّٰہِ سِرًّا فَمَا اَخبَرتُ بِہٖ اَحَدًا بَعدُ وَ لَقَدْ سَأَلَتنِی عَنہُ اُمُّ سُلَیمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا فَمَا اَخبَرتُھَا بِہٖ

''رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے راز کی ایک بات کہی، میں نے وہ کسی کو نہ بتائی حتی کہ (میری والدہ) ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مجھ سے پوچھی تو میں نے والدہ کو بھی نہیں بتائی۔

(صحیح مسلم : ۲۴۸۲)

آپ ﷺ کی سواری کا ادب

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ان کے پاس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک منہ زور اونٹ تھا جو بار بار نبی اکرم ﷺ کے اونٹ سے آگے نکل جاتا۔ یہ دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو آواز دی ''عبداللہ! نبی اکرم ﷺ سے آگے کوئی نہ بڑھے۔'' (صحیح البخاری : ۲۱۱۵)

آپ ﷺ کی مسجد شریف کا ادب

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا، کسی آدمی نے مجھ پر کنکر پھینکا۔ میں نے ادھر دیکھا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے، فرمانے لگے ''جاؤ، ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس پکڑ کر لاؤ۔'' میں ان دونوں آدمیوں کو سیدنا عمر

رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر آیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا ''تم لوگ کون ہو؟ یا آپ نے دریافت فرمایا تم دونوں کہاں سے آئے ہو؟'' انہوں نے بتایا ''ہم طائف سے آئے ہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر تم مدینہ منورہ سے ہوتے تو میں تمہیں مسجد نبوی میں آوازیں بلند کرنے پر سزا دیتا۔'' (صحیح البخاری : ۴۷۰)

آپ کی حدیث کا ادب

سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کسی مسئلہ پر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو ایسا نہیں کرتے تھے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (عروہ بن زبیر سے) کہا ''واللہ! مجھے لگتا ہے تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک تمہیں اللہ عذاب نہ دے ڈالے، ہم تمہارے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہیں اور تم ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی بات کرتے ہو۔''

(الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی : ۱/ ۱۴۵، و سندہ صحیح)

سبق

ان احادیث مبارکہ سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قال، چال اور گفتار کا ادب و احترام کرتے تھے اسی طرح ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات کا ادب و احترام کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا ادب آپ کی ذات کا ادب ہے اور جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی آواز پر اپنی آوازیں بلند کرنا گوارہ نہ کرتے تھے ہم بھی حدیث پاک کے مقابلے میں اپنی یا کسی بزرگ کی رائے کو پیش کریں نہ ترجیح دیں، آپ کی وحی کا ادب اور آپ کی مسجد کا ادب یہی ہے کہ یہاں سے ملنے والے علم نبوت کو ہی دین اسلام کی حیثیت سے قبول کریں، دیگر تمام نظریات و افکار کو بالائے طاق لاتے ہوئے حدیث نبوی شریف کے محافظ، عامل اور متبع بنیں، باقی تمام نسبتوں کو توڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بات اور وطن شریف کی طرف نسبت جوڑ کر اس میں سچائی پیدا کریں۔

باب : ۱۱

رسول اللہ ﷺ سے محبت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝﴾

(سورۂ توبہ : ۲۴)

''آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے ماں باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے، اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

معلوم ہوا کہ تمام رشتوں سے زیادہ محبت اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے ہونی چاہئے، حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت رسول اکرم ﷺ سے ہو، چنانچہ ایک دن آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میرے ساتھ کتنی محبت رکھتے ہو؟
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے سب سے زیادہ محبت آپ ﷺ سے ہے مگر اپنی جان سے زیادہ نہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! ابھی تک آپ

(کامل) مومن نہیں ہوئے، عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اے نبی ﷺ! اپنی جان سے بھی زیادہ محبت آپ سے کرتا ہوں تو

آپ ﷺ نے فرمایا!

"اَلْاٰنَ یَا عُمَرُ!" اے عمر اب آپ (کامل) مومن ہیں۔

(صحیح البخاری : ۳۶۹۴، ۶۶۳۲)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

"تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسکو اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

(صحیح البخاری : ۱۵، صحیح مسلم :۴۴)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی آپ ﷺ سے محبت

انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی آپ ﷺ سے محبت

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ہمارے پاس (مدینہ میں) سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (جو نابینا تھے) آئے۔ وہ دونوں لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے، پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آئے، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لئے ہوئے آئے پھر نبی اکرم ﷺ (ابوبکر اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے کر) تشریف لائے۔ میں نے مدینہ والوں کو کسی بات سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے سے وہ خوش ہوئے، لونڈیاں تک کہنے لگیں "اللہ کے پیغمبر ﷺ تشریف لائے۔

(صحیح البخاری : ۳۹۲۴)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ انصار کی ایک مجلس کے پاس سے گزرے تو دیکھا وہ رو رہے ہیں' انہوں نے پوچھا ''کیوں رو رہے ہو؟'' انہوں نے کہا، ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتیں یاد آ رہی ہیں' یہ سن کر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کی بات بتائی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر چادر باندھے ہوئے باہر نکلے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں بہت درد تھا) منبر پر چڑھے' بس یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کی حیات طیبہ) کا آخری خطبہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا ''لوگو! میں تم کو انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں' وہ میرے قلب و جگر ہیں' ان پر جو میرا حق تھا' وہ ادا کر چکے' اب ان کا حق (جنت) باقی ہے۔ ان میں سے جو کوئی نیک ہو' اسکی قدر کرنا اور جو کوئی برا ہو، اس کے قصوروں سے درگزر کرنا۔''

(صحیح البخاری : ۳۷۹۹)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

لَمَّا أَقْبَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَعَطِشَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَمَرَّ بِرَاعٍ ، قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: فَاَخَذْتُ قَدَحًا فَحَلَبْتُ فِيْهِ كُثْبَةً مِّنْ لَّبَنٍ فَاَتَيْتُهُ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيْتُ

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی' راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاس لگی ، اچانک راستے میں ایک چرواہا ملا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے ایک پیالا لیا اور (چرواہے کی اجازت سے) اس میں تھوڑا سا (بکری کا) دودھ دوہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا دودھ نوش فرمایا کہ میرا دل خوش ہو گیا۔''

(صحیح البخاری : ۳۹۰۸، صحیح مسلم : ۲۰۰۹)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں "میں (بیماری کے دوران) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئی تو انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا "رسول اللہ ﷺ کون سے روز فوت ہوئے تھے؟" میں نے عرض کیا "سوموار کو۔" سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا "آج کون سا دن ہے؟" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا "آج بھی سوموار ہے۔" تب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں امید رکھتا ہوں کہ آج رات تک کسی بھی وقت دنیائے فانی سے کوچ کر جاؤں گا۔"

(صحیح البخاری : ۱۳۸۷، صحیح مسلم : ۹۴۱)

وضاحت : یاد رہے! سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات منگل کے روز ہوئی تھی، یہ محض رسول اکرم ﷺ سے محبت کا جذبہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سوموار کو فوت ہونے کی تمنا فرمائی۔

سیدنا عمر بن خطاب کی آپ ﷺ سے محبت

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (اپنی وفات سے قبل اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے) کہا "عبداللہ! اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنا "عمر سلام عرض کرتا ہے اور وہاں دیکھو، امیر المؤمنین کا لفظ استعمال نہ کرنا، کیونکہ آج میں امیر المؤمنین نہیں ہوں، سلام عرض کرنیکے بعد درخواست کرنا کہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتا ہے، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی، اجازت ملنے کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (امیر المؤمنین کی بیماری کے غم میں مبتلا تھیں) سلام عرض کرنے کے بعد پیغام دیا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "وہ جگہ تو میں نے اپنے لئے رکھی تھی، لیکن اب میں عمر کو ترجیح دیتی ہوں۔" سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس لوٹے تو لوگوں نے سیدنا عمر

رضی اللہ عنہ کو بتایا ''عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) آگئے ہیں ۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا ''مجھے اٹھا کر بٹھاؤ'' ایک آدمی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سہارا دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''عبد اللہ ! کیا خبر لائے ہو؟'' سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''امیر المؤمنین جو آپ چاہتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''الحمد اللہ! میرے لئے اس سے اہم اور کوئی بات نہیں ۔''

(صحیح البخاری : ۳۷۰۰)

سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''میں رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بسر کرتا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا پانی اور دوسری ضرورت کی چیزیں لایا کرتا (ایک روز) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوش ہو کر) ارشاد فرمایا ''کوئی چیز (مانگنا چاہو) تو مانگو' میں نے عرض کی ''جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چاہتا ہوں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا '' کچھ اور؟'' میں نے عرض کی ''بس یہی'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا '' کثرتِ سجود کے ساتھ میری مدد کر (تا کہ تمہارے لئے سفارش کرنا میرے لئے آسان ہو جائے)۔''

(صحیح مسلم : ۴۸۹)

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

سیدنا ابو ایوب (انصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ تشریف لانے کے بعد) ان کے ہاں مہمان ٹھہرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نچلی منزل میں قیام فرمایا اور سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ اوپر والی منزل میں تھے، سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کرتے، جب (خادم) کھانا واپس لاتا تو ابو ایوب رضی اللہ عنہ خادم سے پوچھتے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں کھانے پر کہاں کہاں لگی ہیں ؟'' ابو ایوب رضی اللہ عنہ بھی اسی جگہ (اپنی انگلیاں رکھ کر) کھانا کھاتے۔

(صحیح مسلم : ۲۰۵۳)

دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپ سے محبت

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وضوء کا پانی پیش کیا گیا' جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء فرمایا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء سے بچا ہوا پانی لے کر اپنے بدن پر ملنے لگے۔

(صحیح البخاری : ۱۸۹)

سبق:

سینکڑوں واقعات سے صرف چند واقعات کا تذکرہ اختصار کے ساتھ آپ نے پڑھا' جن سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ادب و احترام کرتے تھے اسی طرح ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات (حدیث) کا ادب کرنا چاہیے اور اسے اپنے دل و جان میں سجانا چاہیے جبکہ ہمارے معاشرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب محبت کا دعویٰ میلاد منا کر' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور من نور اللہ کہہ کر، حاضر ناظر کہہ کر، مختار کل سمجھ کر، آپ کے نعلین کے واسطے' آپ کے وسیلے اور طفیل سے اللہ رب العزت کو پکار کر، مصنوعی نقشِ پا بنا کر اور شرکیہ نعت خوانی اور ساز اور ناچ میں آپ کی ثنا بیان کر کے کیا جاتا ہے جبکہ یہ سب طریقے شرک و بدعت ہیں جو کہ عاشقانِ رسول کی عقیدت میں غلو کا نتیجہ ہیں' سچے محبانِ رسول (صحابہ رضی اللہ عنہم) سے یہ امور ثابت نہیں ہیں بلکہ وہ آپ کی ہر بات کا پورا ادب کرتے تھے۔

اکثر مسلمانوں کا دعویٰ تو ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے محبت کرنے والے ہیں' مگر یہ دعویٰ عملاً سچائی پر مبنی نہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات آئے' تو ہزار حیلے بہانے بناتے ہیں' پھر محبت کہاں رہی؟ جب آپ کی بات (حدیث) سے محبت نہ ہو تو ذات سے کہاں رہی؟ بقول شاعر

لَوْ کُنْتَ صَادِقًا فِیْ حُبِّہٖ لَاَطَعْتَہٗ
لِاَنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تَظْهَرُ حُبَّهٗ
اِنَّ هٰذَا فِی الزَّمَانِ لَبَدِیْعٗ

''تو رسول ﷺ کی نافرمانی پر کمربستہ ہے حالانکہ ان سے محبت کا اظہار بھی کرتا ہے یہ تو زمانے میں بڑی عجیب بات ہے، اگر تیری محبت حقیقت پر مبنی ہوتی تو تو ضرور رسول اللہ ﷺ کا مطیع وفرمانبردار ہوتا۔ کیونکہ چاہنے والا اپنے محبوب (کی حکم عدولی نہیں کرسکتا بلکہ اس) کا مطیع وفرمانبردار رہتا ہے۔''

آیئے! رسول اللہ ﷺ کی ذات اور بات سے اس طرح محبت کریں جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کی' اور محبت کا وہ معیار قائم کریں' جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے قائم کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عملاً کرکے دکھایا۔



باب : ۱۲

رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں سے دشمنی

سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''غزوۂ بدر کے دن میں میدان جنگ کی صف میں کھڑا تھا' اچانک میں نے اپنے دائیں اور بائیں نظر ڈالی تو انصار کے دو کم عمر لڑکوں کو دیکھا' میں نے خواہش کی کاش میں ان کم سن لڑکوں کی بجائے مضبوط جسم کے مالک آدمیوں کے درمیان ہوتا' ان دونوں میں سے ایک نے مجھ سے اشارہ میں پوچھا'' چچا جان! کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں'' میں نے کہا ''ہاں لیکن میرے بھتیجے تجھے اس سے کیا غرض؟'' اس نے جواب دیا'' مجھے پتا چلا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو اس سے اس وقت تک الگ نہ ہوں گا جب تک ہم دونوں میں سے جس کی موت پہلے آئی ہو مر نہ جائے' مجھے اس کی اس بات پر تعجب ہوا' اسی دوران دوسرے جوان نے مجھ سے اشارے سے وہی سوال پوچھا جو پہلے نے پوچھا تھا' چند لمحوں بعد میری نظر ابو جہل پر پڑی جو لوگوں کے درمیان گھستا پھر رہا تھا' میں نے (دونوں سے مخاطب ہو کر) کہا ''دیکھو وہ ابو جہل ہے، جس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھ رہے تھے'' دونوں لڑکے اپنی تلواروں کے ساتھ جھپٹ پڑے اور اسے وار کر کے قتل کر ڈالا پھر دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو ابو جہل کے قتل کی خبر دی' ان دونوں کے نام معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہما تھے۔

(صحیح البخاری : ۳۹۶۴' صحیح مسلم : ۱۷۵۲)



باب : ۱۳

آپ ﷺ کی ذات اور بات کا دفاع

رسول اکرم ﷺ کی ناموس کا دفاع کرنا اہل ایمان پر واجب ہے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قریش کی ہجو کرو کیونکہ انہیں ہجو' تیروں کی بوچھاڑ سے بھی زیادہ ناگوارہ ہے۔'' پہلے آپ ﷺ نے ایک آدمی سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور انہیں حکم دیا ''تم قریش کی ہجو کرو''۔ (سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ہجو کی) لیکن آپ ﷺ کو پسند نہ آئی، پھر آپ ﷺ نے سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا (ان کی ہجو بھی پسند نہ آئی تو سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا)، سیدنا حسان رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی ''اب آپ ﷺ نے اس شیر کو بلا بھیجا ہے جو اپنی دم سے دشمنوں کو مارتا ہے' اپنی زبان باہر نکالی اور اسے ہلا کر فرمایا ''اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' میں کافروں کو اپنی زبان سے اس طرح تہس نہس کروں گا جس طرح چمڑے کو (چھری سے) چیرا پھاڑا جاتا ہے۔''

(صحیح مسلم : ۲۴۹۰)

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَسَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُهْجُهُمْ أَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَكَ

''نبی اکرم ﷺ نے سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کو فرمایا ''مشرکوں کی ہجو کر یا فرمایا اس ہجو کا جواب دے (جو انہوں نے میرے بارے میں کی ہے) اور جبریل علیہ السلام

تیرے ساتھ ہیں۔''

(صحیح البخاری : ۳۲۱۲، صحیح مسلم : ۲۴۸۶)

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَجِبْ عَنِّیْ اَللّٰهُمَّ اَیِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' (اے حسان!) میری طرف سے مشرکوں کو جواب دے، یا اللہ! حسان کی روح القدس (سیدنا جبریل علیہ السلام) کے ساتھ مدد فرما''۔ (صحیح البخاری ۳۲۱۲، صحیح مسلم ۲۴۸۵)

انصار مدینہ نے آپ ﷺ کی حفاظت کی

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' اگر انصار کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں بھی اس میں چلوں گا' اگر میں نے ہجرت نہ کی ہوتی (جس کی وجہ سے مہاجر کہلاتا ہوں) تو میں انصار میں سے ایک فرد ہوتا (یعنی انصاری کہلانا پسند کرتا) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں'' میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! آپ ﷺ نے بے جا نہیں فرمایا کیونکہ انصار نے آپ ﷺ کو مدینہ میں پناہ دی اور آپ ﷺ کی مدد فرمائی۔''

(صحیح البخاری : ۳۷۷۹)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے پہرہ دے کر آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ایک رات رسول اللہ ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور نیند اچاٹ ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک بخت آج کی رات میری حفاظت کرتا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں'' اتنے میں ہمیں ہتھیاروں کی آواز سنائی دی۔'' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا'' کون ہے'' آواز آئی'' سعد ابی وقاص ہوں یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کی خدمت میں پہرہ دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں پھر رسول اللہ ﷺ آرام سے سو گئے یہاں

تک کہ میں نے آپ ﷺ کے خراٹوں کی آواز سنی۔

(صحیح البخاری : ۲۸۸۵' صحیح مسلم : ۲۴۱۰)

جنگ بدر میں آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا لڑنے کا عہد

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا ایک ایسا کارنامہ دیکھا ہے' جسے حاصل کرنا میرے لئے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے' وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ ﷺ مشرکوں کے لئے بددعا فرمارہے تھے۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح آپ سے یہ نہیں کہیں گے کہ تو ''اور تیرا رب جائیں اور لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں' بلکہ ہم آپ ﷺ کے دائیں بائیں آگے اور پیچھے ہر طرف سے لڑیں گے۔'' سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ''میں نے ان الفاظ کے بعد دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا اور آپ ﷺ مسرور ہو گئے۔

(صحیح البخاری : ۳۹۵۲)

غزوۂ احد میں سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا دفاع کیا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ احد کے روز شکست کھانے کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ سے الگ ہو گئے۔ صرف سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس رہ گئے۔ وہ اپنی ڈھال آپ ﷺ کے اوپر کیے ہوئے تھے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ زبردست تیرانداز تھے' اس روز انکے ہاتھوں دو یا تین کمانیں ٹوٹیں۔ جب کوئی صحابی تیروں کا ترکش لے کر نکلتا تو رسول اللہ ﷺ اس سے فرماتے ''یہ تیر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے لئے رکھ دو۔'' رسول اکرم ﷺ جب اپنا سر مبارک اونچا کر کے کافروں کی طرف دیکھتے تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ''اے اللہ کے نبی ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان' آپ ﷺ سر مبارک اونچا نہ کریں' کہیں کسی کافر کا تیر آپ کو نہ لگ جائے' میرا سینہ آپ ﷺ کے

سینے کے آگے ہے۔''

(صحیح مسلم : ۱۸۱۱)

غزوۂ احد میں سات مدنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانی

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احد کے دوران ایک موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف سات انصاری اور دو قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کیساتھ سارے لشکر سے الگ ہوگئے تو کافروں نے (قتل کرنے کے لئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زبردست چڑھائی کردی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''کون ان کافروں کو ہم سے دور کرتا ہے، اس کے لئے جنت ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا؟'' انصار میں سے ایک آدمی آگے بڑھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا حتی کہ شہید ہوگیا۔ کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دوبارہ چڑھائی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی بات دہرائی ''کون ہے جو انہیں ہم سے دور کرے اس کے لئے جنت ہے؟ یا فرمایا جنت میں وہ میرا رفیق ہوگا۔'' ایک اور انصاری آگے بڑھا، مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ اسی طرح ہوتا رہا حتی کہ ساتوں انصاری باری باری شہید ہوگئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے قریشی) ساتھیوں سے فرمایا ''ہم نے اپنے انصاری ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا۔''

(صحیح مسلم : ۱۷۸۹)

غزوہ احد میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا

سیدنا سعد (بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ غزوہ احد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے اپنے ماں باپ کو جمع کیا (یعنی یوں فرمایا ''میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں'') مشرکوں میں سے ایک شخص نے مسلمانوں کو خوب قتل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سعد! میرے ماں باپ تجھ پر قربان، خوب تیر مار۔'' میں نے ایک تیر نکالا جس کے آگے نوک نہیں تھی اور اسے پھینکا تو وہ اس مشرک کی پسلی میں لگا اور مشرک گر پڑا جس سے اس کی شرمگاہ کھل گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر ہنسے یہاں تک کہ میں

نے آپ ﷺ کی داڑھیں دیکھیں۔

(صحیح مسلم : ۲۴۱۲)

جنگِ احزاب میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی نصرت فرمائی

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احزاب میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک رات ہوا بہت تیز چل رہی تھی اور سردی بھی خوب تھی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ''کوئی شخص ہے جو جا کر کافروں کی خبر لائے، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرے ساتھ رکھے گا۔'' یہ سن کر ہم لوگ خاموش ہو رہے اور کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''کوئی شخص ہے جو کافروں کی خبر میرے پاس لائے، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرے ساتھ رکھے گا۔'' کسی نے جواب نہ دیا، سب خاموش رہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''کوئی شخص ہے جو کافروں کی خبر میرے پاس لائے، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرے ساتھ رکھے گا۔'' کسی نے جواب نہ دیا۔

آخر آپ ﷺ نے فرمایا '' حذیفہ (رضی اللہ عنہ)! تم اٹھو اور جا کر کفار کی خبر لاؤ۔ جب آپ ﷺ نے میرا نام لے کر حکم دیا تو میرے لئے اٹھے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے روانہ کرتے ہوئے یہ ہدایت فرمائی کہ جاؤ کفار کی خبر لاؤ، لیکن انہیں اشتعال دلانے والی کوئی حرکت نہ کرنا۔

جب میں روانہ ہوا تو مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے میں گرم حمام میں چلا جا رہا ہوں (یعنی رسول اللہ ﷺ کی دعا سے سردی ختم ہوگئی) جب میں کافروں کے لشکر کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ ابوسفیان کمر آگ سے سینک رہا ہے۔ میں نے اسے تیر مارنے کے لئے کمان پر چڑھایا تو مجھے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت یاد آگئی کہ ایسا کوئی کام نہ کرنا جس سے کفار مشتعل ہو جائیں حالانکہ اگر میں تیر مارتا تو یقیناً ابوسفیان کو لگتا (اور وہ مر جاتا) میں کفار کی خبر لے کر واپس آیا لیکن تب بھی مجھے ایسا معلوم ہوا جیسا کہ میں گرم حمام میں

چل رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر میں نے آپ ﷺ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس وقت مجھے پھر سردی محسوس ہونے لگی۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنا ایک زائد کمبل عنایت فرمایا جسے اوڑھ کر آپ ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں اسی کمبل کو اوڑھ کر سویا تو (اتنی گہری نیند آگئی کہ) صبح تک سویا رہا۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اٹھو نومان'' (بہت زیادہ سونے والے)۔

(صحیح مسلم : ۱۷۸۸)

غزوہ بنوقریظہ کے موقع پر سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی نصرت فرمائی

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگِ احزاب کے دن مجھے اور عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو (کم سن ہونے کی وجہ سے) عورتوں میں چھوڑ دیا گیا۔ اس روز میں نے (اپنے والد) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہیں اور انہوں نے دو تین بار بنوقریظہ کے محلے کے چکر لگائے (غزوہ بنوقریظہ کے اختتام پر) میں نے واپس آنے کے بعد (اپنے والد سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے) پوچھا ''میں نے آپ کو بار بار ادھر ادھر آتے جاتے دیکھا ہے؟'' سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ''کیا تو نے واقعی دیکھا تھا؟'' میں نے عرض کیا ''ہاں!'' سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ''اصل بات یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بنوقریظہ کی خبر مجھے کون لا کر دے گا؟'' میں گیا اور جب خبر لے کر واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے (خوش ہوکر) اپنے ماں باپ کو اکٹھا کر کے فرمایا ''میرے ماں باپ تم پر قربان۔''

(صحیح البخاری : ۳۷۲۰، صحیح مسلم : ۲۴۱۶)

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے واقعہ افک میں آپ ﷺ کی ناموس کا دفاع کیا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (واقعہ افک کے بعد ایک روز) رسول اللہ ﷺ نے

منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا ''اے مسلمانو! تم میں سے کون ہے جو مجھے اس شخص سے بچائے جس نے مجھے میری بیوی کے معاملے میں اذیت پہنچائی ہے؟ اللہ کی قسم! میں تو اپنی بیوی کے بارے میں خیر ہی خیر جانتا ہوں اور جس شخص کے بارے میں تہمت لگائی گئی ہے اس کے بارے میں بھی خیر ہی جانتا ہوں اور وہ میرے گھر میں کبھی اکیلا نہیں آیا' میرے ساتھ ہی آیا ہے۔'' (یہ سن کر) سیدنا سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے'' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کو اس شخص سے بچاتا ہوں' اگر وہ قبیلہ اوس کا فرد ہے تو میں اسے قتل کروں گا اور اگر وہ شخص ہمارے برادر قبیلہ خزرج سے ہے تو پھر آپ ہمیں جو حکم کریں گے ہم بجالائیں گے۔''

(صحیح البخاری : ۲۶۶۱' صحیح مسلم : ۲۷۷۰)

غزوہ حنین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع فرمایا

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں'' جب (غزوہ حنین میں) مسلمانوں اور کافروں کا آمنا سامنا ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر کو ایڑی مارتے ہوئے کافروں کی طرف جارہے تھے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام تھامے اسے تیز چلنے سے روک رہا تھا اور ابوسفیان (بن حارث) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اے عباس! اصحاب سُمرہ کو پکارو۔'' سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی آواز بہت بلند تھی۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے بلند آواز میں پکارا ''اصحاب سمرہ کہاں ہیں؟'' اللہ کی قسم! اصحابِ سمرہ یہ سنتے ہی ایسے لوٹے جیسے گائے اپنے بچوں کے پاس چلی آتی ہے اور کہنے لگے'' ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' کافروں کو قتل کردو۔''

(صحیح مسلم : ۱۷۷۵)

سبق

اس باب میں آپ نے چند واقعات کا مطالعہ کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس طرح

آپ ﷺ کی عزت و ناموس کا دفاع کیا' آپ کی جان کی حفاظت کی اور ہاتھ اور زبان سے دشمنوں کی مذمت کی' اسی طرح آج بھی آپ ﷺ کی عزت و ناموس کا دفاع کرنا مسلمانوں پر فرض ہے،کوئی غیر مسلم آپ ﷺ کی ذات کا استہزاء کرے' آپ کی توہین کے خاکے بنائے یا زبان درازی کرے تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ہر ممکن صورت ان کا دفاع کریں اور آپ کے دشمنوں کو دشمن سمجھیں اور ان کا کام تمام کر دیں اسی طرح جو آپ ﷺ کی بات (حدیث) کے خلاف سازش کریں' حدیث کا رد کریں' انکار کریں یا حدیث کے مقابلے میں بزرگوں کے اقوال کو ترجیح دینا چاہیں' یا ایسے وضعی فقہی قواعد بنائیں جن میں احادیث کا شرعی مقام گرانے کی کوشش کریں یا سنت کے مقابلے میں بدعات کو رائج کریں' اس سب کچھ کی تردید کرتے ہوئے تبلیغ کے میدان میں اور قلم کے میدان میں حدیث رسول ﷺ کا دفاع کرنا ضروری ہے۔ یہی آپ ﷺ کی ذات سے محبت کا تقاضا ہے۔



باب : ١٤

حدیثِ رسول ﷺ سے محبت

حدیثِ رسول ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثالی محبت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی ہر ہر بات اور ہر ہر فعل سے بے پناہ محبت کا اظہار آپ ﷺ کے اقوال وافعال پہ عمل پیرا ہونے کی صورت میں کیا' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُاللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ''

''عبداللہ بہت اچھا آدمی ہے، اگر رات کو نماز (تہجد) پڑھے، قَالَ سَالِمٌ

'' فَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ اِلَّا قَلِيْلًا''

''سالم بیان کرتے ہیں کہ اسکے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رات کو کم ہی سوتے تھے۔''

(صحیح البخاری : ۳۷۴۰، ۳۷۴۱ ، صحیح مسلم : ۲۴۷۹)

مسجد نبوی کے دروازوں میں سے باب جبرائیل کے پڑوس کے ایک دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'' لَوْ تَرَكْنَا هٰذَا الْبَابَ لِلنِّسَآءِ''

اگر ہم اس دروازے کو عورتوں کے لئے چھوڑ دیں۔

قَالَ نَافِعٌ ''فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ حَتّٰى مَاتَ''

''نافع بیان کرتے ہیں کہ'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تا وفات اس کے بعد اس دروازے سے نہیں گزرے۔''

(سنن ابی ابوداؤد : ۴۶۲، وسندہ صحیح)

ان دونوں احادیث میں آپ ﷺ نے ابھی ترغیب دلائی ہے، حکم نہیں دیا مگر سنت کے جیالے صحابی ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً تعمیل کی۔

اتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي اتَّخَذْتُ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَنَبَذَهُ وَ قَالَ إِنِّي لَنْ أَلْبَسَهُ أَبَدًا، فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ

''رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہن لی' تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں، آپ ﷺ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا کہ میں اسے ہرگز نہ پہنوں گا' تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔''

(صحیح البخاری: ۷۲۹۸)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، آپ نے جوتے اتارے اور بائیں طرف رکھ دیئے، جب لوگوں نے یہ دیکھا' انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا، 'تم نے اپنے جوتے کیوں اتارے؟ انہوں نے کہا ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنے جوتے اتار رہے تھے' تو ہم نے بھی اتار دیئے' آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل میرے پاس آئے' انہوں نے بیان کیا کہ آپ کے جوتے نجاست آلودہ ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا' جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے' تو اپنے جوتے دیکھے، اگر ان پر نجاست پائے تو زمین پر رگڑ دے پھر ان کو پہن کر نماز پڑھ لے۔''

(سنن ابی داؤد :۶۵۰، مسند الطیالسی :۲۱۵۴، و سندہ صحیح، امام ابن خزیمہ (۱۰۱۷) امام ابن حبان (۲۱۸۵) نے اس کو ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم (۱/۲۶۰) نے اس کو'' امام مسلم کی شرط'' پر قرار دیا ہے، حافظ ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے، اسے بوسہ دیا اور فرمایا:

اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَ لَوْلَا أَنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یُقَبِّلُکَ مَاقَبَّلْتُکَ

''میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے' نہ نقصان دے سکتا ہے' نہ نفع ، اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا' تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔''

(صحیح البخاری :۱۵۹۷ ، صحیح مسلم: ۱۲۷۰)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:''ایک درزی صحابی نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی ، آپ ﷺ مجھے بھی ساتھ لے گئے ، رسول اللہ ﷺ سالن سے کدو تلاش کر کے کھاتے تھے ''فَلَمْ أَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّآءَ مُنْذُ یَوْمَئِذٍ'' جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کدو (رغبت سے) کھاتے دیکھا ہے تب سے میں بھی ہمیشہ کدوں کو پسند کرتا ہوں۔''

(صحیح البخاری:۵۴۷۹، صحیح مسلم: ۲۰۴۱)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''اللہ تعالیٰ کی باندھیوں (عورتوں) کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع نہ کرو' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے (بلال) کہنے لگے کہ ہم تو انہیں ضرور روکیں گے'' راوی بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سخت غصے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی بات بتاتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ہم ضرور روکیں گے۔''

(صحیح مسلم: ۴۴۲)

عبداللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ'' وہ اپنے بھتیجے کے پہلو میں بیٹھے تھے' کہ اس نے ہاتھ سے کنکری پھینک دی' تو عبداللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ عنہ نے اسے روکا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کنکری پھینکنے سے منع فرمایا ہے، اس نے دوبارہ ایسا کیا،''عبداللہ بن مُغَفَّل غصے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں آپ سے کبھی کلام نہ کروں گا۔

(صحیح مسلم : ۱۹۵۴)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جسم گودنے اور گودوانے والیوں، چہرے کے بال اکھاڑنے اور اکھڑوانے والیوں، خوبصورتی کے لئے دانت میں خلا پیدا کرنے والیوں پر اور اللہ کی بناوٹ کو تبدیل کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے، ایک عورت بولی کہ ان کاموں میں سے بعض کام تو تمہاری بیوی میں بھی ہیں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جاؤ' جا کر دیکھ لو، وہ عورت گئی تو ان کی بیوی میں ایسی کوئی بات نہ پائی' تب وہ واپس آئی اور کہنے لگی ان میں سے کوئی بات میں نے تمہاری بیوی میں نہیں دیکھی، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر وہ ایسا کرتی تو ہم کبھی اس سے صحبت نہ کرتے۔''

(صحیح البخاری : ۵۹۳۱، صحیح مسلم : ۲۱۲۵)

نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بانسری کی آواز سنی تو اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں اور راستے کی دوسری سمت کافی دور نکل گئے، مجھ سے پوچھا اے نافع! کیا کچھ سن رہے ہو؟ میں نے عرض کی نہیں، تب انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں سے نکالیں اور فرمایا ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بانسری کی آواز سنی اور ایسے ہی کیا۔''

(سنن ابی داؤد :۴۹۲۴، ۴۹۲۵، ۴۹۲۶، مسند الامام احمد: ۲/ ۸، ۳۸،
سنن الکبری للبیھقی : ۱/ ۲۲۲ و سندہ' حسن)

زید بن اسلم اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اب ہمیں رمل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ رمل تو مشرکین کو دیکھانے کے لئے تھا، اب اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا، پھر خود ہی فرمایا ''لیکن رمل تو وہ چیز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، سنت چھوڑنا ہمیں پسند نہیں۔''

(صحیح البخاری : ۱۶۰۵)

انس بن سرین بیان کرتے ہیں کہ میں مقام عرفات میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے

ساتھ تھا' وہ جب کہیں جاتے تو میں بھی انکے ساتھ جاتا حتی کہ ہم مقامِ عرفات کے پاس پہنچے اور ان کے ساتھ نمازِ ظہر اور عصر (جمع کر کے) ادا کیں، پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے وقوف فرمایا اور میرے ساتھیوں نے بھی وقوف کیا حتی کہ (مقامِ عرفات) سے واپس لوٹے تو ہم بھی ان کے ساتھ واپس لوٹے یہاں تک کہ اس تنگ راستے پر پہنچے جو "مقامِ مازمین" سے پہلے ہے، یہاں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی سواری بٹھادی تو ہم نے بھی اپنی سواریاں بٹھادیں، ہم نے سوچا کہ آپ یہاں نماز پڑھیں گے لیکن انکی سواری پر متعین غلام نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہاں نماز کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ فرماتے ہیں کہ

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا انْتَھٰی اِلٰی ھٰذَا الْمَکَانِ قَضٰی حَاجَتَہٗ فَھُوَ یُحِبُّ اَنْ یَّقْضِیَ حَاجَتَہ

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب یہاں پہنچے تو حاجت ضروریہ سے فارغ ہوئے تھے، اس لئے جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حاجت ضروریہ سے فارغ ہونا پسند فرمایا ہے۔"

(مسند الامام احمد : ۲/ ۱۳۱، و سندہ حسن)

سبق

اس باب سے ہمیں یہ سبق ملا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا' قول' فعل اور تقریر سے محبت کرتے ہوئے اسے اپنایا جائے' ذرا سوچنا چاہیے کہ آمین' رفع الیدین' سینے پر ہاتھ باندھنا' فاتحہ خلف الامام' جہری نماز جنازہ وغیرہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں ہیں۔ جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں پھر ان سے انکار کیوں؟ ان سے محبت کیوں نہیں؟ ان کا استہزاء کیوں' اپنانے والوں سے تعصب کیوں ہے؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے محبت کا یہی معیار ہے؟ بلکہ یہ تو صراطِ مستقیم سے دوری ہے، اللہ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین



باب : ۱۵

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث کیسے سیکھی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان بغیر کسی حجاب کے رہتے سہتے تھے' اور مل جل کر زندگی گزارتے تھے، اس لیے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور تقریرات سے حدیث سیکھتے رہتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حرص بھی یہی ہوتی تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی تلاش میں رہیں، بعض آپ کی مجلس کو مضبوطی سے تھامتے اور ہر وقت آپ کے حلقہ بگوش رہتے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی فرمائیں اس کو محفوظ کرلیں جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہی مشن تھا، اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں باریاں بنائی ہوئی تھیں مثلا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحیح البخاری وصحیح مسلم میں متصل سند سے مروی ہے' فرماتے ہیں ''میرا ایک انصاری بھائی بنی امیۃ بن زید سے تھا' ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے جانے کی باری بنائی، ایک دن وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے حدیث لاتا اور مجھے خبر دیتا اور دوسرے دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اور جا کر اس کو بتاتا''

(صحیح البخاری : ۸۹' صحیح مسلم : ۱۴۷۹)

اور بعض اوقات دور دراز کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لمبا سفر کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حدیث سیکھتے، جیسا کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سخت سردیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور نماز شروع کرتے وقت، رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے' چادر سے ہاتھ باہر نکالتے اور کانوں کی طرف لے جاتے، ایک سال کے بعد میں پھر آیا تا کہ دیکھوں اسلام کے کون کون سے نئے مسائل جاری ہو چکے ہیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع

کرتے وقت، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے اور اپنے ہاتھ چادر سے نکال کر کندھوں کی طرف لے جاتے، (سنن ابی داؤد : ۷۲۷، و سندہ حسن)

بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی بیویوں کے ذریعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے مسئلہ دریافت کرتے کیوں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی کے حالات سے زیادہ واقف تھیں، جیسا کہ ایک صحابی نے اپنی بیوی کو بھیجا اور اپنی بیوی سے روزے کی حالت میں بوس وکنار کے متعلق پوچھا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں میرا بوسہ لیتے تھے۔ (صحیح البخاری : ۱۹۲۹، صحیح مسلم : ۱۱۰۶)

اسی طرح بعض دفعہ عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست مسئلہ پوچھتی تھیں جو ان کے متعلقہ ہوتا، پھر جب ایسے مسائل میں رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے زیادہ وضاحت نامناسب ہوتی تو اپنی ازواج کی طرف انکو بھیج دیتے جیسا کہ ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ حیض سے کس طرح پاکیزگی کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کپاس کا ایک پمبہ لے لے اور وضوء کر لے، اس نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وضوء کس طرح کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بات دوہرائی مگر وہ نہ سمجھ سکی پھر آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ وہ اسکو سمجھا دے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو سمجھایا کہ وہ کپاس کا ایک ٹکڑا لے اور اسے خون نکلنے کی جگہ (شرم گاہ) پر رکھ لے اور وضوء کر لے۔

(صحیح البخاری : ۳۱۴، وصحیح مسلم : ۳۳۲)

اسی طرح بعض وجوہ کی بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھ لیتے جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بہت مذی آتی تھی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بذاتِ خود مسئلہ پوچھنے میں شرمایا کیوں کہ میں انکا داماد تھا تو میں نے مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھ کر بتا دیں تو انہوں نے

پوچھ کر بتایا کہ اس سے وضوء کرنا چاہیئے (یعنی غسل فرض نہیں ہوتا)۔

(صحیح البخاری : ۱۳۲، صحیح مسلم : ۳۰۳)

اسی طرح بعض صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لکھنے کا مستقل اہتمام فرماتے جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ لکھتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات لکھتا تھا، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ آپ انکی ہر بات لکھتے ہیں (حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بعض دفعہ غصے میں ہوتے ہیں)، میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور کچھ عرصہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لکھا کر، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس زبان سے صرف حق ہی نکلتا ہے۔

(مسند الامام احمد : ۲/ ۱۶۲، سنن ابی داؤد : ۳۶۴۶، سنن الدارمی : ۴۹۰، المستدرك للحاكم : ۱/ ۱۰۵، ۱۰۶، و سنده صحیح و اخرجه احمد : ۲/ ۲۰۷، و سنده حسن، التقید للخطیب : ۸۰ و سنده حسن)

الغرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث حاصل کرنے کے حریص تھے، کسی نے یاد کرکے، کسی نے لکھ کر اور کسی نے عمل کر کے حدیث کی حفاظت کی۔



باب : ١٦

حدیث سیکھنے میں صحابہ کرام کی حرص

صحابہ رضی اللہ عنہم احادیثِ نبویہ ﷺ یاد کرنے کے بہت حریص تھے چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''ہم حدیث کو یاد کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے ہی یاد کرنے کے لئے۔'' (مقدمة صحیح مسلم : ۲۰ و سنده صحیح)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ''ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپکی بہت سی احادیث سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں''، آپ ﷺ نے فرمایا چادر بچھاؤ' میں نے چادر بچھائی، تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے لپ بنا کر اس چادر میں ڈال دی اور پھر فرمایا ''اس چادر کو لپیٹ کر اپنے سینے سے لگاؤ'' میں نے اس کو اپنے سینے سے لگایا' پھر اسکے بعد میں کبھی بھی نبی کریم ﷺ کی حدیث نہیں بھولا۔ (صحیح البخاری : ۱۱۹)

دیکھیں احادیث کو یاد کرنے کا شوق تھا تو آپ ﷺ سے کمزوریِ حفظ کی شکایت کی اور پھر مسئلہ حل ہوگیا، پھر آپ کے حافظے میں کمزوری نہ رہی' کبھی بھولے نہیں لہذا اسی حدیث سے منکرین حدیث کا جواب ملتا ہے جو کہتے ہیں کہ انسان اتنی احادیث کیسے یاد کرسکتا ہے، حالانکہ آپ ﷺ کی خاص کاوش کے بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے احادیث حفظ کرنا اور یاد رکھنا کوئی مشکل کام نہ رہا، دوسری بات کہ آپ ﷺ کی مرویات کے متن کو اکٹھا کیا جائے تو قرآن کے متن سے کم ہی بنتا ہے جبکہ قرآن کو آج بھی حفظ کرنے والے ہزاروں بلکہ لاکھوں حفاظ پائے جاتے ہیں۔ نیز یہ کہ آج بھی بڑے بڑے محدث پائے جاتے ہیں جنکو مکمل بخاری یا مسلم یاد ہے بلکہ کتب ستہ کے حافظ بھی موجود ہیں، پھر جو لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقیہ تھے' انہیں ہوش کے ناخن لینے چاہیں کہ اتنا بڑا مضبوط حافظے والا صحابی جسے ہزاروں احادیث ہر وقت سنا

نے پر دسترس حاصل ہے کیا وہ ان سے استنباط نہیں کر سکتا، انکے معانی اور مفہوم کو نہیں سمجھ سکتا؟ کیا آج ادنی سا عالم اپنی رائے سے کام لینے والا ایک صحابی سے زیادہ فقیہ ہو گیا؟

صحابہ رضی اللہ عنہم کو حدیث اچھی طرح یاد ہوتی

دَخَلْنَابَیْتَ مَیْمُوْنَۃَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَوَجَدْنَا فِیْهِ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ، فَذَکَرْنَاالْوُضُوْءَ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَأْکُلُ مِمَّامَسَّتِ النَّارُ، ثُمَّ یُصَلِّیْ وَلَایَتَوَضَّأُ، فَقَالَ لَهُ بَعْضُنَا أَنْتَ رَأَیْتَهُ یَابْنَ عَبَّاسٍ؟قَالَ فَأَشَارَبِیَدِهِ اِلٰی عَیْنَیْهِ فَقَالَ بَصُرَ عَیْنِیْ

سیدنا ’’ہم زوجۂ رسول سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہوئے، وہاں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، جب ہم نے آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضوء کی بات کی، تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھاتے تھے، پھر (نیا) وضوء کئے بغیر ہی نماز پڑھتے تھے، کسی نے کہا: اے ابن عباس! کیا آپ نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو انہوں نے ہاتھ سے اپنی آنکھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میری آنکھوں نے دیکھا ہے۔

(مسند الامام احمد ۱/ ۲۷۲ و سندہ حسن)

سبق:

آج ہمیں بھی احادیثِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنے، انہیں سمجھنے اور ان کے احکام و مسائل اپنانے کا شوق ہونا چاہیے، مگر افسوس ہے مسلمانوں پر کہ کسی طالب علم سے پوچھا جائے کہ تیسرے سال میں تو نے کون سی حدیث کی کتاب پڑھی؟ وہ کہتا ہے ’’قدوری شریف‘‘، اچھے سال میں کون سی کتاب پڑھی؟ وہ کہتا ہے ’’ہدایۃ شریف‘‘، سات سال فقہ پڑھتے رہے آخری سال حدیث پڑھنے کی بجائے اس کا صرف دور کیا، حدیث نہ پڑھی، نہ سمجھی، فقہ کی کتابوں کو حدیث سمجھتا رہا۔

باب : ۱۷

درپیش مسائل میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درپیش مسائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے تھے چنانچہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنا گھوڑا فی سبیل اللہ (جہاد) میں دے دیا، گھوڑا جسکے حوالے تھا' اس نے اسے بیکار کر دیا' میں نے اسے خریدنے کا ارادہ کرلیا اور یہ گمان کیا کہ وہ مجھے سستا دے گا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تو اسے نہ خرید اور اپنے صدقہ کو واپس نہ لوٹا اگرچہ وہ آپکو ایک درہم کا ہی کیوں نہ دے دے، کیوں کہ صدقہ واپس لینے والا ایسے ہی ہے جیسے کتا قے کر کے دوبارہ چاٹ لے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۰۳' صحیح مسلم:۱۶۲۰)

عاص بن وائل نے سوغلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی، پس انکے بیٹے ہشام نے اپنے حصے کے پچاس غلام آزاد کردئے تو انکے بیٹے عمرو (جو کہ مسلمان تھے) نے ارادہ کیا کہ باقی پچاس غلام وہ بھی باپ کی طرف سے آزاد کردے، انہوں نے کہا کہ میں تو پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھوں گا چنانچہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ نے سوغلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی، (میرے بھائی) ہشام نے توانکی طرف سے پچاس غلام آزاد کردئے، جبکہ میرے ذمہ پچاس غلام باقی ہیں، کیا میں انکی طرف سے آزاد کردوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر وہ مسلمان ہوتا تو تم اسکی طرف سے غلام آزاد کرتے یا اسکی طرف سے صدقہ کرتے یا اس کی طرف سے حج کرتے تو اسکو ان چیزوں کا ثواب پہنچتا۔''

(سنن ابی داؤد : ۲۸۸۳، مسند الامام احمد : ۲/ ۱۸۳، و سندہ حسن)

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی والدہ کافرہ تھیں، آپ کے پاس (غربت کی وجہ سے) کچھ (تحفے، ہدیے) لینے کے لیے آئیں، تو آپ نے فرمایا: ''میں پہلے آپ ﷺ سے پوچھوں گی، چنانچہ آپ ﷺ سے کہا کہ میری والدہ کافرہ ہے، مجھ سے کچھ لینا چاہتی ہے، کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((نَعَمْ صَلِي أُمَّكِ))

''جی ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔''

پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ مالدار ہو گئی، اور پھر آپ کے پاس آئی اور کچھ ہدیے اپنی بیٹی کو دینا چاہتی تھیں مگر آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پہلے میں آپ ﷺ سے پوچھوں گی، آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ''جی ہاں، اپنی ماں کے تحفے قبول کر سکتی ہو۔''

(صحیح البخاری : ۲۶۲۰، صحیح مسلم : ۲۳۲۲)

رسول اللہ ﷺ نے بنی مخزوم کے ایک آدمی کو صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا تو اس نے ابورافع سے کہا کہ میرے ساتھ چلو، تاکہ آپکو بھی اس سے حصہ ملے گا، تو میں نے کہا ''نہیں یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤں گا اور پوچھوں گا''، پس میں آپ ﷺ کے پاس آیا (اور آپ ﷺ سے پوچھا) آپ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ ہمارے لئے جائز نہیں اور قوم کا غلام بھی انہیں میں سے ہوتا ہے''

(سنن النسائی : ۸۰۱۵، سنن أبی داؤد : ۱۶۵۰، سنن الترمذی : ۶۵۷، و قال "حسن صحیح" و سندہ صحیح ، اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۲۳۴۴) نے صحیح کہا ہے، امام حاکم (۴۰۴/۱) نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بلاشبہ نبی ﷺ (سفرِ حج میں) ''روحاء'' مقام پر ایک قافلے سے ملے، ایک عورت نے آپکی طرف اپنا بچہ بلند کیا اور کہا کیا اس کا حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، البتہ اجر آپکو ملے گا۔''

(صحیح مسلم: ۱۳۳۶)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ایک خثعم قبیلے کی عورت نے پوچھا ''اے اللہ کے رسول ﷺ! بندوں پر اللہ تعالیٰ کا فرض ہے کہ حج کریں' میں نے اپنے باپ کو بہت بوڑھا پایا ہے' وہ تو سواری پر بیٹھ ہی نہیں سکتا' کیا میں اسکی طرف سے حج کروں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''جی ہاں'' اور یہ حجۃ الوداع کے موقعہ کی بات ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۵۱۳، صحیح مسلم:۱۳۳۴)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو لشکر کا امیر بنا کر روانہ کیا وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا اور قرأت کا اختتام سورۂ اخلاص پر کرتا، جب وہ واپس لوٹے تو انہوں نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس سے پوچھو یہ ایسا کیوں کرتا ہے؟'' اس نے کہا ''یہ رحمٰن کی صفت ہے' اس لئے میں اس سے محبت کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا ''اسے بتا دو کہ اللہ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔''

(صحیح البخاری : ۷۳۷۵، صحیح مسلم : ۸۱۳)

ایک آدمی نے پوچھا کہ میری بہن نے نذر مانی تھی کہ وہ حج کریگی اور وہ مرگئی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر اس پر قرض ہو، تو اسکی طرف سے ادا کریگا؟ اس نے کہا ''جی ہاں'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ اللہ کا قرض ہے' اسکو بھی ادا کر' یہ زیادہ اولی ہے۔''

(صحیح البخاری : ۶۶۹۹، صحیح مسلم : ۱۱۴۸)

سبق :

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا تو آپ ﷺ کی طرف رجوع فرماتے' جو موقف آپ ﷺ کی طرف سے صادر ہوتا اسی موقف کو اپناتے' آج مومنوں کا بھی یہی فرض بنتا ہے کہ جب کسی مسئلے کی ضرورت پیش آئے تو کتاب و سنت کی طرف رجوع کریں یا ایسے عالم کی طرف رجوع کریں جو صرف قرآن اور حدیث سے ہی مسائل بیان کرے' بلکہ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے پوچھے بغیر عملی قدم نہ اٹھاتے، اسی طرح مسلمانوں کا بھی حق بنتا ہے کہ وہ ہر بظاہر نیکی کو دین نہ سمجھ لیں بلکہ کتاب وسنت سے میچ کریں کیونکہ ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہوتی۔

باب : ۱۸

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث کا پریکٹیکل کرتے تھے

سینکڑوں واقعات میں سے چند ایک حاضر خدمت ہیں۔

عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ اَنَّهٗ رَاٰی مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ رضی اللہ عنہ اِذَاصَلّٰی كَبَّرَوَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَااَرَادَاَنْ يَّرْفَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَارَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرَّكُوْعِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَحَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَنَعَ هٰكَذَا

''ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب وہ نماز شروع کرتے تو تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع الیدین کرتے پھر جب رکوع میں جاتے تو بھی رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی رفع الیدین کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔'' (صحیح البخاری : ۷۳۷، وصحیح مسلم : ۳۹۱)

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا:

هَلْ اُرِيْكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَكَبَّرَ وَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَارَكَعَ وَاِذَارَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرَّكُوْعِ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَافَاصْنَعُوْا

''کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کے دکھاؤں؟ پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کی اور دونوں ہاتھ بلند کیے، جب رکوع کے لئے تکبیر کہی تو دونوں ہاتھوں کو اٹھایا پھر جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور فرمایا ''تم بھی اسی طرح نماز پڑھا کرو۔''

(سنن الدار قطنی: ۱/ ۲۹۲ ح ۱۱۱۱، و سندہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ جمرہ کبری کے پاس پہنچے تو بیت اللہ کو اپنی بائیں جانب اور منی کو دائیں جانب کیا اور سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے پھر فرمایا:

هٰكَذَا رَمَى الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

''جس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر سورۂ بقرہ نازل کی گئی ہے اس نے بھی اسی طرح کنکریاں ماری تھیں۔'' (صحیح البخاری:۱۷۴۹، صحیح مسلم:۱۲۹۶)

سیدنا حمران رضی اللہ عنہ جو کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وضوء کا پانی منگوایا' اپنے ہاتھ تین دفعہ دھوئے، پھر (تین دفعہ) کلی کی اور ناک میں پانی چڑھا کر جھاڑا، پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا، پھر دائیں ہاتھ کی کہنی تک تین دفعہ دھویا پھر بائیں کو اسی طرح (تین دفعہ کہنی تک دھویا) پھر سر کا مسح کیا، پھر اپنے دائیں پاؤں کو ٹخنے تک تین مرتبہ دھویا اور پھر اسی طرح بائیں کو پھر فرمایا:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا

''میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا انہوں نے میرے اسی وضوء کی طرح وضوء کیا۔'' (صحیح البخاری : ۱۵۹' صحیح مسلم : ۲۲۶)

نافع بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بانسری کی آواز سنی تو دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اس راستے سے دور نکل گئے، اور مجھ سے پوچھا کہ اے نافع! کچھ سنائی دے رہا ہے، میں نے عرض کیا ''نہیں'' تو انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں سے باہر نکالیں اور فرمایا:

كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَمِعَ مِثْلَ هٰذَا فَصَنَعَ مِثْلَ هٰذَا

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بانسری کی آواز سنی تو ایسے ہی کیا جیسے میں نے کیا۔''

(سنن أبی داؤد : ۴۹۲۴' مسند الامام احمد : ۲/ ۸' ۳۸' سندہٗ حسن)

نعیم المجمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں، آپ

نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز میں پڑھی پھرام القرآن (سورۂ فاتحہ) پڑھی، جب ولا الضالین پر پہنچے تو آمین فرمائی اور جب بھی سجدہ کیا اور بیٹھنے کے بعد تیسری رکعت کے لئے قیام کیا تو اللہ اکبر کہا پھر سلام پھیرنے کے بعد کہا

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَشْبَھُکُمْ صَلَاۃً بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

''اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ میری نماز تم تمام سے زیادہ مشابہ ہے''، (سنن النسائی : ۹۰۶' و سندہ صحیح اس حدیث کو امام ابن خزیمہ ۴۹۹' امام ابن الجارود ۱۸۴' امام ابن حبان ۱۷۹۷ ''صحیح'' کہا ہے۔)

سالم سے روایت ہے، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرے کو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے بعد اللہ اکبر کہتے پھر تھوڑا سا آگے بڑھ کر نرم ہموار جگہ پر آکر قبلہ رخ ہوکر لمبا قیام کرتے اور دعا کرتے اور ہاتھ اٹھاتے، جمرہ وسطی (درمیانے جمرہ) کو سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے، پھر بائیں جانب ہو کر نرم ہموار جگہ پر آکر قبلہ رخ ہوکر لمبا قیام کرتے اور دعا کرتے اور ہاتھ اٹھاتے، پھر جمرہ عقبہ (آخری جمرہ) کو وادی کے درمیان کھڑے ہوکر سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے' اس جمرے کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے، پھر واپس لوٹتے اور فرماتے:

ھٰکَذَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَفْعَلُ

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔'' (صحیح البخاری : ۱۷۵۱)

ابن ابی رافع بیان کرتے ہیں کہ مروان نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا اور (خود) مکہ چلا گیا' اس دوران سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز پڑھی اور پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ جبکہ دوسری رکعت میں سورۂ منافقون تلاوت فرمائی۔ ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے نماز کے بعد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ نے وہی سورتیں تلاوت فرمائی ہیں جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ (اپنے دورِ خلافت میں) کوفہ میں پڑھایا کرتے تھے'

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے (اس لیے یہ سورتیں پڑھی ہیں کیونکہ میں نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جمعہ میں یہی سورتیں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

(صحیح مسلم : ۸۷۷)

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ فلاں (صحابی) ظہر کی پہلی دو رکعات لمبی کرتے اور عصر کی ہلکی کرتے' اور مغرب میں ''قصار مفصل'' (سورۂ بینۃ سے آخر تک) میں سے پڑھتے اور عشاء میں ''وسطِ مفصل'' (سورۂ بروج سے بینۃ تک) اور صبح ''طوالِ مفصل'' (حجرات سے بروج تک کی آیات میں سے) پڑھتے تھے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ''میں نے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز اس شخص سے زیادہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہو۔'' (سنن النسائی : ۹۸۳، و سندہٗ حسن)

انس بن سیرین فرماتے ہیں، جب انس رضی اللہ عنہ شام سے واپس ہوئے تو ہم ان سے ''عین التمر'' مقام پر ملے، میں نے دیکھا کہ آپ گدھے پر سوار ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا منہ قبلہ سے بائیں طرف تھا' اس پر میں نے کہا کہ میں نے آپ کو قبلہ کے سوا دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے' انہوں نے جواب دیا ''لَوْ لَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَعَلَهُ لَمْ اَفْعَلْهُ

''اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے نہ دیکھتا تو کبھی ایسا نہ کرتا۔''

(مسند الامام احمد : ۳/ ۲۰۴، صحیح البخاری : ۱۱۰۰، صحیح مسلم : ۱۵۴۴)

یعنی نفلی نماز قبلہ رخ ہو کر سواری پر شروع کر دینے کے بعد اگر سواری کا رخ قبلہ سے پھر بھی جائے اور نماز جاری رکھی جائے تو یہ سنت سے ثابت ہے۔

سبق : آج امت کے علماء کا بھی یہ حق بنتا ہے کہ وہ لوگوں کو امورِ اسلام عملاً کر کے دکھائیں اور وضاحت کریں کہ یہ عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ ہے، کسی غیر کے طریقے کے مطابق نہیں ہے، تاکہ لوگوں میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے اور لوگ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دامن گیر رہیں۔



باب : ۱۹

حدیث کے پرچار میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی جدوجہد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذاتی تنقیص کا خیال کیے بغیر احادیث کا پرچار کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث دوسروں تک پہنچانے کی غرض سے عائلی زندگی کی نجی باتیں بھی بیان کر دیتے چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے پھر انزال سے پہلے الگ ہو جائیں تو کیا اس پر غسل واجب ہوتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میں اور یہ ایسا کرتے تھے اور پھر غسل کرتے تھے۔

(صحیح مسلم : ۳۵۰)

اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل کرنے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں: جس میں میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غسل کا پانی رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابت کا غسل کیا، بائیں ہاتھ سے برتن جھکا کر دائیں ہاتھ پر پانی ڈالا، جس سے دونوں ہاتھ دھوئے، پھر برتن میں اپنا ہاتھ ڈال کر شرمگاہ کو دھویا، پھر اپنا ہاتھ دیوار یا زمین پر (رگڑ کر دھویا) پھر (تین بار) کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر چہرہ (تین بار) دھویا، پھر بازو دھوئے پھر سر پر تین دفعہ پانی ڈالا (اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو اچھی طرح پانی پہنچاتے اور پھر اپنے سر پر تین چلو ڈالتے)

(صحیح البخاری : ۲۴۸، صحیح مسلم: ۳۱۴)

پھر سارے جسم پر پانی بہایا پھر اس جگہ سے تھوڑا سا دور ہو کر دونوں پاؤں دھوئے۔

(صحیح البخاری : ۲۴۹، صحیح مسلم : ۳۱۷)

سبق : بعض لوگوں کو ان کے مذاہب کی بدعات، خرافات اور عقل وفطرت اور اسلام کے منافی، غیر مہذب مروجہ فقہ کے مسائل دکھائے جاتے ہیں تاکہ وہ اسلام اور باطل کا تقابل کریں اور ہدایت حاصل کریں۔ تو بے جا تعصب میں آ کر وہ صحیح البخاری سے مذکورہ احادیث لے کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں امام بخاری نے یہ لکھا ہے، وغیرہ انہیں ایسا کرنے سے باز آنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مذاق ہے۔

علم حدیث کی تبلیغ میں حیا کا لحاظ

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ مُرْنَ اَزْوَاجَكُنَّ اَنْ يَّسْتَطِيْبُوْا بِالْمَاءِ فَاِنِّىْ اَسْتَحْيِيْهِمْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ

(سنن الترمذی : ۱۹، سنن النسائی : ۴۶، مسند الامام احمد : ۶/ ۱۱۳ "صحیح")

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمائی ہیں (اے مسلمان عورتو!) اپنے خاوندوں کو حکم دو کہ وہ (ڈھیلوں کے بعد) پانی سے بھی طہارت کریں، میں (ڈائریکٹ) انہیں بیان کرنے سے شرماتی ہوں جبکہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح طہارت کرتے تھے۔''

مقصد یہ ہے کہ کم از کم تین ڈھیلوں یا اسکے بعد طاق ڈھیلوں سے طہارت کرنی چاہیئے، البتہ تین کے بعد طاق کی شرط ملحوظ نہ رکھنا بھی جائز ہے اور صرف ڈھیلوں سے ہی طہارت ہوجاتی ہے، کوئی شک نہیں، البتہ ڈھیلوں کے ساتھ بعد میں پانی بھی استعمال کیا جائے تو افضل ہے، اور اہل علم کے نزدیک پسندیدہ ہے، یہی آپ ﷺ کا معمول ہے، جو کہ امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عورتوں کے ذریعے انکے خاوندوں تک یوں تمام لوگوں تک پہنچانا چاہتی ہیں۔ البتہ اکیلے پانی سے بھی استنجاء ہوجاتا ہے جس پر امام

ترمذی ؒ اور امام بخاری ؒ نے باب باندھا ہے۔

سیدنا علی ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بہت مذی آتی تھی، کیونکہ آپ ﷺ کی بیٹی فاطمہ میرے نکاح میں تھیں، اس لئے آپ سے پوچھنے میں شرم محسوس کرتا تھا لہٰذا میں نے مقداد ؓ سے کہا کہ آپ مجھے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ دیں تو انہوں نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''مذی کے آنے پر غسل نہیں بلکہ وضوء کرنا ہوگا۔''

(صحیح البخاری : ۱۳۲' صحیح مسلم ۳۰۳)

سبق

دین اسلام کے مذکورہ طرز کے مسائل کو بیان کرتے اور سنتے وقت متانت اور سنجیدگی سے کام لیا جائے، کبھی بھی اپنے لب ولہجہ اور اشارے کنائے میں استہزاء کا دخل نہ ہو کیونکہ یہ کبائر میں داخل ہے اور نہ ہی واشگاف الفاظ اور منہ پھٹ کر بیان کیا جائے کیونکہ یہ حیاء اور آدابِ علم نبوت ہر دو کے منافی ہے۔

حدیثِ رسول ﷺ پہنچانے میں صحابہ ؓ کا کمال جذبہ

عبدالرحمٰن بن شماسہ فرماتے ہیں کہ میں عائشہ ؓ سے کوئی بات پوچھنے کے لیے ان کے پاس حاضر ہوا' انہوں نے فرمایا تم کن لوگوں سے ہو؟ میں نے کہا میں ایک مصری آدمی ہوں' فرمانے لگیں' تمہاری اس لڑائی میں تمہارا ساتھی امیر معاویہ بن خدیج ؓ تمہارے ساتھ کیسا رہا؟ اس نے کہا ''ہم نے اس کی کسی بات کو ناپسند نہیں کیا' اگر کسی آدمی کا اونٹ مر جاتا تو وہ اسے اونٹ دے دیتا تھا' غلام فوت ہو جاتا تو غلام دے دیتا تھا اور خرچے کی ضرورت ہوتی تو خرچہ دے دیتا تھا۔ فرمانے لگیں: ''اس نے میرے بھائی محمد بن ابی بکر کے متعلق جو کچھ کیا (یعنی قتل کیا تھا) وہ مجھے تم سے وہ حدیث بیان کرنے سے مانع نہیں ہو سکتا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے اس گھر میں بیان کرتے ہوئے سنی:

((اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِيْ شَيْئاً فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ

وَ مَنْ وَلِیَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِیْ شَیْاءً فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ))

''اے اللہ جو شخص میری امت کے کام میں سے کسی چیز کا ذمہ دار بنا پھر ان پر مشقت ڈالی تو تو اس پر مشقت ڈال اور جو شخص میری امت کے کام میں کسی چیز کا ذمہ دار بنا پھر ان کے ساتھ نرمی کی تو تو اس کے ساتھ نرمی کر۔''

(مسند الامام احمد: ۹۳۱۴،صحیح مسلم: ۱۸۲۸)

اس حدیث سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا کمال تقویٰ اور انصاف یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی کے قاتل کی اچھی صفت سن کر اس کی فضیلت میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو چھپایا نہیں بلکہ اپنی دلی کیفیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کا فرمان امت تک پہنچا دیا۔ یہ ان میں حدیثِ رسول ﷺ کو امت تک پہنچانے کا زبردست جذبہ تھا۔

سبق

بعض لوگ ذاتی مفاد میں بے جا مصلحت کا لبادہ اوڑھتے ہوئے کتمانِ حق میں کامیاب ہونا پسند کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم کو عملی جامہ پہنانا چاہیے، اسی طرح بعض لوگ اپنے باطل مسلک کے خلاف احادیث مبارکہ کو چھپاتے ہوئے ادھوری احادیث بیان کرتے ہیں، دانستہ طور پر باطل تاویل کرتے ہیں اور خلافِ شرع فتویٰ دیتے ہیں انہیں اپنے ایمان کی فکر کرنا چاہیے اور آخرت کے انجام سے ڈرنا چاہیے۔



باب : ۲۰

صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل بالحدیث

صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل حدیث کے مطابق رہا ہے

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے:

مَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَفْعَلُهُ۔

''ان کا گزر بچوں کے پاس سے ہوا تو انہوں نے بچوں کو سلام کیا اور فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔''

(صحیح البخاری : ۶۲۴۷، صحیح مسلم : ۵۷۱۴)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ خَلْفَ اَبِىْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ فَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَاافْتَتَحَ الصَّلَاةَوَاِذَارَكَعَ وَاِذَارَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَقَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرَ مِثْلَهُ

''میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز ادا کی، آپ ہمیشہ شروع نماز اور رکوع میں جاتے، اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے اور فرماتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھیں، آپ بھی اسی طرح کرتے تھے''

(السنن الکبری للبیہقی : ۲/ ۷۳، و سندہ صحیح)

سیدنا ابوزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ كَانَ اِذَاافْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَارَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكُوْعِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰالِكَ وَيَقُوْلُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ ذٰالِكَ

''جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کرتے اور رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور فرماتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا انہوں نے ایسا کیا''۔ (سنن ابن ماجه : ۸٦۷ و سنده صحیح' مسند السراج : (۹۲) میں ابوزبیر نے سماع کی تصریح کی ہے۔)

سیدنا نافع عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرماتے ہیں، انہیں اپنی بیوی (صفیہ بنت ابی عبید رضی اللہ عنہا) کی مدد کے لیے بلایا گیا (کیونکہ وہ مریض تھیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سفر پر تھے) لہٰذا انہیں جلدی سفر کرنا تھا تو نمازِ مغرب کو لیٹ کیا یہاں تک کہ شفق غائب ہو گیا پھر آپ سواری سے اترے اور مغرب اور عشا کو جمع کیا' پھر بتایا

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ وَ ذٰلِكَ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ

''جب رسول اللہ ﷺ کو سفر میں جلدی ہوتی تو آپ بھی اسی طرح (دو نمازیں جمع) کرتے تھے۔''

(صحيح البخاری : ۱۰۹۱، صحيح مسلم : ۱۵٦۹)

نافع بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے نماز عیدین پڑھتے اور پھر خطبہ دیتے تھے۔

(صحيح البخاری: ۹٦۳، صحيح مسلم : ۸۸۸)

عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں ''میں اللہ کے رسول ﷺ اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم تمام کے ساتھ دونوں عیدوں میں شریک رہا ہوں، یہ تمام خطبہ سے پہلے نماز عید پڑھتے تھے۔'' (صحيح البخاری : ۹٦۲، صحيح مسلم ۸۸۳)

نافع بیان کرتے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب جمعہ پڑھتے، واپس جا کر گھر میں دو

رکعات پڑھتے پھر کہتے

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصْنَعُ ذٰلِكَ

''اللہ کے رسول ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔''

(سنن ابی داؤد : ۱۱۳۰، و سنده حسن)

صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث سنتے ہی عمل پیرا ہوتے

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَاللّٰهِ لَتُقِيْمُنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْلَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ

''لوگو اپنی صفیں سیدھی کرو، لوگو! اپنی صفیں سیدھی کرو، لوگو! اپنی صفیں سیدھی کرو! اگر تم نے صفیں سیدھی نہ کیں تو اللہ تمہارے دلوں میں اختلاف اور پھوٹ ڈال دیگا''

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَرَاَيْتُ الرَّجُلَ يَلْزَقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَتِهِ وَمَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِه

''تو پھر میں نے دیکھا کہ ہر شخص اپنے ساتھی کے ساتھ اپنے ٹخنے کے ساتھ ٹخنا اور گھٹنے کے ساتھ گھٹنا اور کندھے کے ساتھ کندھا ملا رہا تھا۔''

(سنن أبی داؤد : ۶۶۲، سنن الدارقطنی : ۲/ ۲۸۲، ۲۸۳، و سنده حسن و اصله فی مسلم: ۴۳۶ حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے (تغلیق التعلیق لابن حجر: ۲/ ۳۰۲، امام ابن حبان ۲۱۷۶ تو اسے ''صحیح'' کہا ہے۔)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر شراب پلا رہا تھا کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی، آپ ﷺ نے منادی کرنے والے کو

حکم دیا اور اس نے اعلان کرنا شروع کر دیا' ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا باہر جا کر دیکھو یہ کیسی آواز ہے؟ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں باہر گیا اور (واپس آ کر) کہا کہ ایک منادی اعلان کر رہا ہے کہ خبردار ہو جاؤ شراب حرام ہو گئی ہے' یہ سنتے ہی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: وَاذْهَبْ فَأَهْرِقْهَا ''جاؤ اور شراب کو بہا دو'' راوی کا بیان ہے کہ پھر مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔''

(صحیح البخاری : ۲۴۶۴، صحیح مسلم : ۸۱۷۳)

صحابیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بالحدیث

زینب بنت أبی سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، جبکہ ان کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تھی تو انہوں نے خوشبو منگوائی جس میں زردی تھی، وہ خلوق تھی یا کوئی اور چیز، انہوں نے یہ خوشبو لونڈی کو لگائی اور اپنے ہاتھوں کو اپنے رخساروں پر مل لیا اور فرمایا:

وَاللّٰهِ مَالِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا

''اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت اور طلب نہیں ہے مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' فرماتے تھے کہ کسی خاتون کے لئے یہ حلال نہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو' وہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے اپنے شوہر کے کہ وہ چار ماہ دس دن سوگ کرے گی۔''

(صحیح البخاری : ۱۲۸۱، صحیح مسلم : ۱۴۸۶)

زینب بنت ابی سلمہ سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس آئی جبکہ ان کا بھائی فوت ہو گیا تھا، انہوں نے بھی خوشبو منگوا کر لگائی

اور پھر اسی طرح حدیث بیان کی جس طرح ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ ہیں۔

(صحیح البخاری : ۵۳۶۲، صحیح مسلم : ۲۷۲۷)

یہ تھیں مومن صحابیات کہ غمی اور وفات کے موقع پر بھی احادیث پر عمل کرتیں اور مرگ کی رسم، واویلا، نوحہ، گریبان پھاڑنا وغیرہ سے اجتناب کرتیں اور سوگ کے جو ایام اسلام نے مقرر کیے ہیں اس سے زیادہ سوگ نہ کرتیں جبکہ آج ہماری مسلمان عورتوں کا کیا حال ہے، دینی تعلیمات اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے بالکل غافل اور مرگ کے موقع پر تمام جاہلانہ امور کر گزرتی ہیں اور منع کرنے کے باوجود باز نہیں آتیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث پر عمل کے بہت حریص ہیں

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حج کے موقع پر) پانی پلانے والوں کے پاس آئے اور پانی طلب کیا تو عباس رضی اللہ عنہما نے (اپنے بیٹے سے) کہا اے فضل! جاؤ اپنی امی کے پاس اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی لاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے (یہاں سے ہی) پلا دو، تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تمام لوگ اس میں ہاتھ ڈالتے رہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پلا دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم زم زم (کے کنویں) کے پاس آئے اور وہ پانی پلا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم کام کرتے رہو، تم ایک صالح عمل پر لگے ہوئے ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر لوگوں کے آپ پر غالب آنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں خود اتر آتا اور رسی اپنے کندھے پر رکھ لیتا اور لوگوں کو پانی پلاتا۔''

(صحیح البخاری:۱۶۳۵)

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ اگر میں نے عملاً یہ کام کیا تو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس حدیث پر عمل کیلئے دوڑ پڑیں گے اور آلِ عباس پر غالب آ جائیں گے اور وہ اس شرف سے محروم رہ جائیں گے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

''قیامت کے دن آپ کی شفاعت کی سب سے زیادہ سعادت کسے حاصل ہو گی؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا کیونکہ

رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ

''میں نے حدیث کے متعلق تمہاری حرص دیکھ لی ہے۔'' قیامت کے روز میری شفاعت سے سب سے زیادہ وہ شخص فیض یاب ہو گا جو سچے دل سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہے گا۔ (صحیح البخاری : ۹۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی محفل کو چھوڑ کر کھانا کھانے کے لیے بھی گھر جانا گوارا نہیں کرتے تھے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو آپ ﷺ اپنی زبان مبارک سے کوئی لفظ نکالیں اور میں یاد نہ کر سکوں۔''

اسلاف کا عمل حدیث کے مطابق ہوتا تھا

عَنْ سَعِيْدِبْنِ خَالِدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى اَبِىْ سَلَمَةَ فَأَتَانَا بِزُبْدٍ وَكُتْلَةٍ فَاَسْقَطَ ذُبَابٌ فِى الطَّعَامِ فَجَعَلَ اَبُوْسَلَمَةَ يَمْقُلُهُ بِاِصْبَعِهِ فِيْهِ فَقُلْتُ يَاخَالُ! مَا تَصْنَعُ؟ فَقَالَ اِنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِىَ حَدَّثَنِىْ عَنِ النَّبِىِّ ﷺ قَالَ اِنَّ اِحْدَى جَنَاحَىِ الذُّبَابِ سَمٌّ وَالْاٰخَرُ شِفَاءٌ، فَاِذَاوَقَعَ فِى الطَّعَامِ فَامْقُلُوْهُ، فَاِنَّهُ يَقْدُمُ السَّمَّ وَيُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ

''سعید بن خالد کہتے ہیں میں ابوسلمہ کے پاس گیا' اس نے مکھن، کھجور اور آٹے کی بنی ہوئی کوئی چیز پیش کی، اتنے میں ایک مکھی کھانے میں گر پڑی، ابوسلمہ نے اسے اپنی انگلی کے ساتھ (کھانے میں) ڈبو دیا، میں نے کہا: ماموں جان! یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان

کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بیشک مکھی کے ایک پر میں زہر ہے اور ایک میں شفاء، اگر یہ کھانے میں گر جائے تو اسے مکمل ڈبو دیا کرو، کیونکہ یہ (گرتے وقت) زہر والے پَر کو مقدم کرتی ہے اور شفاء والے کو مؤخر۔''

(مسند الامام احمد : ۳/ ۲۴، ۶۷ مسند عبد بن حمید : ۸۸۴، سنن ابن ماجه ۳۵۰۴، سنن النسائی : ۴۲۶۷ و سندہ حسن، اس حدیث کو امام ابن حبان (۱۲۴۷) نے صحیح کہا ہے۔)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث سن کر سمعنا واطعنا فرماتے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، انصار نے نبی ﷺ سے کہا، ہمارے درمیان اور مہاجر بھائیوں کے درمیان ہمارے کھجور کے درخت تقسیم کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں آپ ہم سے مشقت کروالیں، ہم پھلوں میں تمہارے حصہ دار بن جائیں گے (یعنی پھلوں کی مضارعت ہم کریں گے اور پھل نصف نصف لے لیں گے)'' تو انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ''سمعنا واطعنا'' ہم نے سن لیا اور اطاعت کی۔

(صحیح البخاری : ۳۷۸۲)

دیکھیں انصار صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے مال کی قربانی پیش کر رہے ہیں، ادھر آپ ﷺ اور مہاجرین میں بھی اپنے بھائیوں کا احساس موجود ہے' وہ لٹے پٹے، دشمنوں کے ستائے ہوئے، ہجرت کیے ہوئے، غریب الدیار ہونے کے باوجود کہتے ہیں ''ہم مضارعت تو کرلیں گے مگر آپ پر بوجھ نہیں بننا چاہتے''

جس عنوان میں حدیث لائی گئی ہے اسکا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیثِ رسول (آپ ﷺ کے قول، فعل اور تقریر) سن کر اطاعت ہی کرتے تھے، جبکہ آج کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ حدیثِ رسول ﷺ سن کر' دیکھ کر اور پڑھ کر کہتے ہیں ''حدیث تو ٹھیک ہی ہوگی مگر جو ہمارے حضرت صاحب نے فرمایا ہے وہ بھی تو درست ہے۔''

سامعین کرام یہ تھا صحابہ رضی اللہ عنہم کا جذبہ حدیث رسول ﷺ سن کر عمل کرنے کا، آج ہر وہ شخص جو تقلید پرست ہے' حدیثِ رسول ﷺ کی پرواہ کیے بغیر غیر رسول کی بات پر

جمود اختیار کئے ہوئے ہے، میں نے ایک مقلد سے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ اگر ابھی اللہ کے رسول ﷺ زندہ ہو کر ہمارے سامنے آکر رفع الیدین کر دیں، ہم پھر بھی نہیں کریں گے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سنت پر ہی عمل کرتے تھے

ابن شہاب سے روایت ہے کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ حجاج بن یوسف جس سال عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر آیا تو اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ہم عرفہ کے دن ٹھہرنے کے متعلق کس طرح کریں تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے سالم نے کہا ''اگر سنت کے مطابق چاہتے ہو تو عرفہ کے دن دوپہر کے وقت (ظہر کے اول وقت میں ظہر اور عصر جمع کر کے) نماز پڑھو' تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس نے سچ بتایا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ظہر اور عصر کی نماز سنت طریقہ کے مطابق جمع کر کے پڑھا کرتے تھے' ابن شہاب نے کہا کہ میں نے سالم سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کیا ہے؟ سالم نے فرمایا

''وَهَلْ يَتَّبِعُوْنَ ذَالِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ''

صحابہ رضی اللہ عنہم (اس جمع کرنے میں) آپ ﷺ کی سنت کی پیروی ہی تو کرتے تھے۔'' (صحیح البخاری : ۱۶۶۲)

خریم اسدی رضی اللہ عنہ کا عمل بالحدیث

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خریم اچھا آدمی ہے اگر اس کے بال (کندھوں تک سے) زیادہ لمبے نہ ہوں اور شلوار ٹخنوں سے اوپر ہو۔ جب یہ بات خریم اسدی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو فوراً شلوار کاٹ کر نصف پنڈلی تک رکھ لی اور چھری سے اپنے بالوں کو کاٹ کر چھوٹا کر دیا۔ (سنن ابی داؤد : ۴۰۸۹، مسند الامام احمد : ۱۸۱۴، المستدرک للحاکم : ۴/ ۱۸۴، و سندہ حسن)

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ کا عمل بالحدیث

ابو مسلم خولانی کہتے ہیں کہ مجھے میرے امین دوست سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نو یا آٹھ یا سات آدمی بیٹھے ہوئے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرتے؟'' حالانکہ ہم نے تھوڑا عرصہ قبل ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی' پس ہم نے کہا ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں' آپ نے فرمایا: ''تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے؟'' ہم نے عرض کیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں' آپ نے پھر فرمایا: ''تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے؟'' پس ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور عرض کیا: ''اللہ کے رسول! ہم آپ کی بیعت کر چکے ہیں۔ پس اب کس چیز کی بیعت آپ سے کریں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس بات پر کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو گے' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے' پانچوں نمازیں ادا کرو گے' اللہ کی اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔'' پس میں نے ان مذکورہ افراد میں سے بعض کو دیکھا کہ اگر ان کا کوڑا بھی زمین پر گر جاتا تو وہ کسی سے سوال نہ کرتے کہ وہ اٹھا کر اسے پکڑا دے۔

(صحیح مسلم : ۲۳۶۷)

سیدنا جری جابر بن سلیم سے روایت ہے، کہتے ہیں ''میں مدینہ آیا' میں نے ایک آدمی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے پر عمل پیرا ہو رہے ہیں' جوں ہی کوئی ارشاد فرماتا ہے لوگ اس کو اخذ کر لیتے ہیں' میں نے کہا ''یہ شخص کون ہے؟'' انہوں نے کہا ''اللہ کے رسول ہیں'' میں نے کہا عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دو دفعہ کہا۔ آپ نے فرمایا تو ''عليك السلام'' نہ کہے، یہ تو مردوں کا سلام ہے۔ اور کہہ ''السلام علیک!'' (پھر) میں نے کہا ''آپ اللہ کے رسول ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں اللہ کا رسول ہوں، جو (ایسی ذات ہے کہ) اگر آپ کو کوئی تکلیف و مصیبت پہنچ جائے

اور آپ اس کو پکاریں تو وہ آپ کی مصیبت دور کرے گا' اگر آپ کو قحط سالی آ جائے، تو پکارے تو وہ تیرے لیے (اناج) اگا دے' اور اگر آپ صحراء میں ہیں اور آپ کی سواری گم ہوگئی ہو، آپ اس کو پکاریں تو وہ تیری سواری واپس لوٹا دے۔''

پھر میں نے کہا ''آپ مجھے کوئی (دین اسلام) کی وصیت کر دیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''آپ کسی کو گالی نہ دیں''

راوی صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے اس کے بعد نہ کسی آزاد کو گالی دی ہے' نہ غلام کو' نہ اونٹ اور بکری وغیرہ کو۔''

اور آپ ﷺ نے فرمایا اور کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھنا اور اگر آپ خندہ پیشانی سے اپنے بھائی سے ہم کلام ہوں گے تو یہ بھی نیکی ہے' اور اپنی چادر نصف پنڈلی تک اٹھا کر رکھنا' اگر نہیں تو کم از کم ٹخنوں تک ضرور ہو' اور ٹخنوں سے نیچے چادر لٹکانے سے ضرور بچنا کیونکہ یہ تکبر ہے' اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا' اور اگر کوئی آدمی آپ کو گالی دے یا تیرے جس عیب کو جانتا ہے اس میں تجھے عار دلائے تو تو اس کو اس کے عیب پر عار نہ دلا، جس کا تجھے علم ہے' کیونکہ اس کا اس پر ہی وبال ہوگا (اور آپ کو اس کا اجر ملے گا)''

(سنن ابی داؤد: ۴۰۸۴' سنن الترمذی: ۲۷۲۱' ۲۷۲۲' سنن النسائی: ۹۶۹۱' و اسنادہ صحیح)

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا عمل بالحدیث

عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیّب روایت کرتے ہیں، حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، آپ نے مجھے (مال) دیا' میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے پھر دیا' میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے پھر دیا' پھر فرمایا: ''اے حکیم! یہ مال سرسبز اور شریں ہے' پس جس نے اس کو سخاوت نفس (بغیر مانگے اور انتظار و امید کے) لیا، اس کے لیے اس مال میں برکت دی جائے گی اور جس نے اس مال کو مانگ کر لیا تو اس کے لیے اس مال میں برکت نہیں دی جائے گی اور یہ اس شخص کی مانند

ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا' اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔''

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا' میں آج کے بعد زندگی بھر مانگ کر کسی کے مال میں کمی نہیں کروں گا۔

پس ابوبکر رضی اللہ عنہ' حکیم رضی اللہ عنہ کو بلاتے تھے کہ انہیں کچھ دیں لیکن وہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا تاکہ وہ انہیں کچھ دیں' لیکن انہوں نے ان سے بھی کوئی چیز لینے سے انکار کر دیا' تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مسلمانوں کی جماعت! تم گواہ رہو کہ میں نے حکیم بن حزام پر مال فئی میں سے ان کا حصہ پیش کیا' لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا'' پس حکیم بن حزام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندگی بھر کسی سے سوال نہیں کیا۔

(صحیح البخاری : ۱۴۷۲، صحیح مسلم : ۲۳۵۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشکل لمحات میں بھی دامنِ حدیث نہ چھوڑا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پیسنے سے بہت تکلیف ہوتی تھی، انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں، انہوں نے ایک لونڈی یا غلام کی درخواست کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا:

تم رات سوتے وقت ۳۳ بار سبحان اللّٰہ ۳۳ بار الحمدللّٰہ اور ۳۴ بار اللّٰہ اکبر پڑھ لیا کرو، یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کے بعد) میں نے ان کا پڑھنا ترک نہیں کیا' کہا گیا ''کیا صفین کی رات (جب معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کی فوجوں کے درمیان عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے سلسلہ میں جنگ ہوئی تھی) بھی آپ نے ان کا پڑھنا ترک نہیں کیا؟'' انہوں نے کہا ''ہاں صفین کی رات بھی میں نے یہ کلمات نہیں چھوڑے۔''

(مسند الحمیدی : ۴۳، مسند الامام احمد : ۱/ ۸۰، صحیح البخاری : ۳۱۱۳،
صحیح مسلم : ۲۷۱۵)

سبق : معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خوشی، غمی، تنگی، آسانی اور معاملات کے کسی لمحے بھی دامنِ حدیث نہیں چھوڑا، آج ہمارا بھی حق بنتا ہے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح عمل بالحدیث کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں، اسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی بہتری اور کامیابی ہے۔



باب : ۲۱

خلافِ حدیث عمل پر صحابہ کرام کا رویہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں اگر کوئی دانستہ طور پر حدیث کے مخالف عمل کرتا تو وہ ناراض ہوتے اور ایسے لوگوں کی خدمت کرتے اور قطع تعلقی کرتے، چنانچہ اس حوالے سے دو چار واقعات پیش خدمت ہیں:

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے بھتیجے کے پہلو میں بیٹھے تھے کہ اس نے ہاتھ سے کنکری پھینک دی تو عبداللہ بن مغفل نے اسے روکا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کنکری پھینکنے سے منع فرمایا ہے' اس نے دوبارہ ایسا کیا "عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ غصے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں آپ سے کبھی کلام نہ کروں گا۔

(صحیح البخاری : ۵۴۷۹، صحیح مسلم : ۱۹۵۴)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی باندیوں (خواتین) کو مسجد میں نماز کے لیے آنے سے مت روکو' یہ سن کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے نے کہا ہم تو انہیں روکیں گے، اس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سخت غصے ہوئے اور فرمایا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم کہتے ہو ہم انہیں روکیں گے۔ (ابن ماجہ : مقدمہ)

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو عبدالرحمٰن بن ام حکم بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے' یہ دیکھ کر انہوں نے فرمایا کہ اس خبیث کی طرف دیکھو، بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: وَ اِذَا رَاَوْ تِجَارَةً اَوْ لَهْوَ نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا (سورۂ جمعہ) !!جب لوگوں نے

تجارت یا کھیل کود دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور تجھے کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔

(صحیح مسلم : ۸۶۳)

عمارہ بن رویبہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مروان (حاکم وقت) کے بیٹے بشیر کو خبر پر (دوران خطبہ) دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے دیکھا تو فرمایا اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو خراب کرے، میں نے نبی ﷺ کو اس سے زیادہ کرتے نہیں دیکھا اور پھر اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔''

(صحیح مسلم : ۲۰۵۳)

سبق : آج ہمارا بھی یہی فرض ہے کہ کوئی عامی یا عالم جب بھی خلاف شرع امور کا ارتکاب کرے اور حدیث کے خلاف چلے تو ہم اپنے جذبۂ ایمانی کا اظہار کریں، اس کی اصلاح کریں، ناراضگی کا اظہار کریں اور اصل کتاب وسنت کا وعظ کریں، خلاف شرع کسی امر کو ہرگز رائج نہ ہونے دیں تاکہ معاشرے میں عمل بالحدیث کی فضا عام رہے اور لوگ حدیث پر قائم رہیں۔



باب : ۲۲

نیکی اور ثواب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حرص

ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کی نیکی کے کام میں شریک ہونے کی خواہش

انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی خالہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب سو گئے (یہ آپ کی خالہ تھیں) پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے عرض کیا' آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟ فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد کیلئے ایسے سوار ہو رہے ہیں جیسے بادشاہ تختوں پر'' انہوں نے کہا آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی، پھر دوبارہ سو گئے پھر آپ نے پہلے کی طرح کیا، انہوں نے بھی پہلے کی طرح عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکو اسی طرح جواب دیا' پس وہ کہنے لگی ''آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے'' آپ نے فرمایا ''آپ ان پہلے لوگوں میں سے ہیں۔''

پس وہ اپنے خادم عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان لوگوں کے ساتھ جہاد پر گئیں جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سب سے پہلے بحری جنگ کے لئے روانہ ہوئے تھے، پس جب وہ اپنے غزوہ سے واپس آئے تو شام میں اترے، ام حرام رضی اللہ عنہا کو سواری پیش کی گئی، پس وہ سواری سے گر کر فوت ہو گئیں۔

(صحیح البخاری '۲۷۹۹' ۲۸۰۰' صحیح مسلم ۱۹۱۲)

باب : ۲۲

نیکی اور ثواب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حرص

ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کی نیکی کے کام میں شریک ہونے کی خواہش

انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی خالہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب سو گئے (یہ آپکی خالہ تھیں) پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے' میں نے عرض کیا' آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟ فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد کیلئے ایسے سوار ہو رہے ہیں جیسے بادشاہ تختوں پر'' انہوں نے کہا آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی، پھر دوبارہ سو گئے پھر آپ نے پہلے کی طرح کیا، انہوں نے بھی پہلے کی طرح عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکو اسی طرح جواب دیا' پس وہ کہنے لگی ''آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے'' آپ نے فرمایا ''آپ ان پہلے لوگوں میں سے ہیں۔''

پس وہ اپنے خادم عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان لوگوں کے ساتھ جہاد پر گئیں جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سب سے پہلے بحری جنگ کے لئے روانہ ہوئے تھے، پس جب وہ اپنے غزوہ سے واپس آئے تو شام میں اترے، ام حرام رضی اللہ عنہا کو سواری پیش کی گئی، پس وہ سواری سے گر کر فوت ہو گئیں۔

(صحیح البخاری ۲۷۹۹' ۲۸۰۰' صحیح مسلم ۱۹۱۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شہادت، بخشش اور جنت پر حریص ہونا

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد اور اللہ پر ایمان لانا سب سے افضل اعمال ہیں'' ایک آدمی نے کھڑے ہوکر سوال کیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بتائیں کہ اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہوجاؤں تو کیا میرے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں اگر تو اللہ کی راہ میں اس طرح شہید ہو کہ ثابت قدم رہنے والا، ثواب کی نیت رکھنے والا، آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا، نہ کہ پیٹھ دکھانیوالا'' پھر اس نے کہا ''مجھے بتائیں، اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہوجاؤں تو کیا میرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں' جب تو ثابت قدمی، اخلاص کے ساتھ آگے بڑھنے والا ہو، پیٹھ پھیر کر بھاگنے والا نہ ہو، مگر قرض معاف نہیں ہوگا کیونکہ جبریل علیہ السلام نے مجھے یہ ابھی بات کہی ہے۔ (صحیح مسلم ۱۸۸۵)

اسی طرح شداد بن ھاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو وہ آپ پر ایمان لایا اور آپ کی اتباع کی، اور پھر کہا ''میں آپ کے ساتھ اہم بات کرنا چاہتا ہوں'' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق اپنے ساتھیوں کو وصیت کی، پس جب جہاد ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غنیمت کے طور پر کچھ ساتھی ملے، آپ نے ان کو تقسیم کیا اور اسکا حصہ اسکے ساتھیوں کو دیا کیونکہ وہ انکے جانور چرا رہا تھا، انہوں نے کہا ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کیا ہے اور یہ تیرے لئے ہے'' اس نے وہ اپنا حصہ لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا یہ کیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یہ تیرا حصہ ہے' اس نے کہا ''میں نے اس لئے تو آپ کی اتباع نہیں کی تھی، لیکن میں نے تو آپ کی اتباع اس لئے کی ہے کہ مجھے یہاں تیر لگے اور اس نے ایک تیر کے ساتھ اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا، پس میں مر جاؤں اور جنت میں داخل ہو جاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تو سچا ہے تو اللہ تجھے سچا کر دکھائے'' پس تھوڑی دیر بعد ہی میں ان کی دشمن سے لڑائی شروع

ہوگئی،تواس اعرابی کو نبی ﷺ کے پاس لایا گیا، اسکو وہیں تیر لگا ہوا تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا، نبی ﷺ نے پوچھا ''کیا یہ وہی ہے؟'' انہوں نے کہا ''جی ہاں''، آپ ﷺ نے فرمایا:''اس نے اللہ سے سچ بولا تو اللہ نے اسے سچا کر دکھایا، پھر نبی ﷺ نے اپنی قمیص میں اسے کفن دیا، پھر اسکو آگے رکھ کر اسکی نماز جنازہ پڑھی،آپ کی نماز میں سے جو دعا ظاہر ہوئی وہ یہ تھی ،

﴿اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِيْ سَبِيْلِكَ فَقُتِلَ شَهِيْدًا اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى ذٰلِكَ﴾

''اے اللہ یہ تیرا بندہ تیری راہ میں مہاجر بن کے نکلا،پس وہ شہید ہو گیا ہے، میں اس پر گواہی دیتا ہوں۔''

(سنن النسائی ۱۹۵۵، و سندہ صحیح)

عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کا حصولِ جنت کے لئے اشتیاق

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''مجھ پر امتیں پیش کی گئیں، کسی نبی کے ساتھ ایک جماعت تھی، کسی نبی کے ساتھ ایک گروہ تھا، کسی نبی کے ساتھ دس آدمی تو کسی نبی کے ساتھ پانچ آدمی اور کوئی نبی اکیلا ہی تھا' اچانک میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی جماعت تھی، میں نے کہا ''اے جبریل! یہ میری امت ہے؟'' اس نے کہا ''نہیں،آپ افق کی طرف دیکھیں تو اچانک ایک بہت بڑی جماعت تھی' کہا کہ یہ آپکی امت ہے،اوران میں ستر ہزار ایسے ہیں کہ نہ انکا حساب ہے اور نہ ہی ان پر عذاب، (یعنی بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے)'' میں نے کہا ''کیوں؟'' آپ نے فرمایا:''کیونکہ نہ وہ داغ لگواتے تھے اور نہ ہی دم کرواتے تھے اور نہ ہی بدشگونی لیتے تھے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے تھے،تو عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ سے دعا کریں کہ اللہ مجھے بھی ان (ستر ہزار) میں شامل کر لے،'' آپ ﷺ نے فرمایا! ''اللہ تجھے ان

میں شامل کردے'' (ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ انمیں سے ہیں)

پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوکر کہنے لگا ''اے اللہ کے رسول ﷺ! سے دعا کریں کہ اللہ مجھے بھی ان میں کرلے، آپ نے اس بار فرمایا کہ ''عکاشہ آپ سے سبقت لے گیا۔''

(صحیح البخاری : ۵۷۰۵' صحیح مسلم ۲۱۸)

مہاجرین کا نیکیوں پر حریص ہونا

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ کے پاس مہاجر لوگ آئے اور عرض کیا ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم نے ایسی کوئی قوم اس قوم سے بڑھ کر نہیں دیکھی جو زیادہ مال میں سے بہت زیادہ خرچ کرنے والی اور تھوڑے مال سے اچھی مدد کرنے والی ہو، جس قوم میں ہم اترے ہیں (یعنی انصار)، یہ محنت تو ہم کو کرنے نہیں دیتے اور نفع میں ہمیں برابر شریک کرتے ہیں، ہمیں تو ڈر ہے کہ سارا ثواب یہی لے جائیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں، جب تک تم انکے لئے اللہ تعالی سے دعاء کرتے رہوگے۔ (تمھیں بھی اجر ملتا رہے گا)''

(سنن الترمذی : ۲۴۸۷ و قال حسن صحیح' و اخرجه ابوداؤد : ۴۸۱۲ و النسائی فی عمل الیوم واللیلة : ۱۸۱' و سنده "صحیح" اس حدیث کو امام حاکم :۱/۶۳ نے امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے۔)

(۱) اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انصار رضی اللہ عنہم نے ثواب کی نیت سے کام کیا اور مہاجرین کو خدشہ تھا کہ سارا ثواب یہ لے جائیں گے۔

(۲) مہاجرین رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح زیادہ ثواب کے حریص تھے، اسی لئے سوال کیا، کہ ہم ثواب کے لحاظ سے پیچھے نہ رہ جائیں۔

(۳) انصار رضی اللہ عنہم نے جس جذبہ سے ایثار اور قربانی دی اسکا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۴) مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بے حس اور خواہ مخواہ کا بوجھ نہیں بننا چاہتے تھے بلکہ وہ بھی اپنے بھائیوں سے مطالبہ کرتے تھے کہ ہم سے اجرت لے لیں۔

(۵) حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ (احسان، ہدیے اور تحفے) کا اچھا بدلہ دینا چاہئے۔
(۶) بدلہ نہ دے سکے تو دعا کر دے۔

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کا عمل صالح کے لیے خواہش کرنا

سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ!

﴿مُرْنِیْ بِعَمَلٍ قَالَ عَلَیْکَ بِالصَّوْمِ فَاِنَّہٗ لَاعَدْلَ لَہٗ﴾

''مجھے کسی عمل کا حکم دیں، آپ ﷺ نے فرمایا ''روزے رکھا کریں کہ اسکے برابر کوئی چیز نہیں''

پھر میں نے کہا' اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کسی عمل کا حکم دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿عَلَیْکَ بِالصَّوْمِ فَاِنَّہٗ لَاعَدْلَ لَہٗ﴾

''روزے رکھا کریں کہ اس کے برابر کوئی چیز نہیں''

پھر میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کسی عمل کا حکم دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿عَلَیْکَ بِالصَّوْمِ فَاِنَّہٗ لَامِثْلَ لَہٗ﴾

روزے رکھا کریں کہ اسکے مثل کوئی چیز نہیں''

(مسند الامام احمد : ۵/ ۲۵۵' ۲۵۸' سنن النسائی : ۲۲۲۲' و سندہ صحیح و صححہ ابن حبان ۳۴۲۵))

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا جنت کے تمام دروازوں سے گزرنے کی تمنا کرنا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کریگا فرشتے اسے جنت کے دروازں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے یہ دروازہ اچھا ہے، پھر جو شخص نمازی ہوگا، اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے

گا، جو مجاہد ہوگا، اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا، اور جو روزہ دار ہوگا، اسے "باب الریان" سے بلایا جائے گا، اور جو زکوۃ ادا کرنے والا ہوگا، اسے زکوٰۃ کے دروازے سے بلایا جائے گا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، مجھے اس بات سے غرض نہیں کہ کون کس دروازے سے بلایا جائے گا

"فَهَلْ يُدْعٰى اَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا"

"کیا کسی کو ان تمام دروازوں سے بھی بلایا جائے گا؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ"

"جی ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان میں سے ہوں گے۔"

(صحیح البخاری: ۳۶۶۶، صحیح مسلم: ۱۰۲۷)

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کا جنت کے حصول کا حریص ہونا

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا، میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں' ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "میں نے کہا' میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں' پس وہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے۔ (سنن أبی داؤد: ۱۶۴۳، مسند الامام احمد: ۵/ ۲۸۱، سنن النسائی: ۲۵۹۱، سنن ابن ماجه: ۱۸۳۷ و سنده صحیح، امام حاکم: (۱/ ۴۱۲) نے اسے امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے' حافظ ذهبی نے ان کی موافقت کی ہے' امام منذری نے بھی اس کو سنداً "صحیح" کہا ہے' الترغیب والترهیب ۵۸۱۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قیام اللیل میں شوق

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں چٹائی

لٹکا کر حجرہ سا بنا لیا' اس میں چند راتیں قیام کرتے رہے، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پتا چلا تو انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز شروع کر دی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس کاروائی کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غائب ہوگئے،(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کرنے کے لئے کھانسنے اور آوازیں بلند کرنے لگے) بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس آئے اور فرمایا: ''مجھے تمہاری اس کاروائی کا علم ہوگیا ہے، لوگو! اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھو، کیونکہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔'' (صحیح البخاری:۷۳۱، صحیح مسلم : ۷۸۱)

ایک کالے رنگ کی عورت کا جنت کیلئے بیماری پر صبر کرنا

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ''کیا میں تجھے جنتی عورت نہ دکھاؤں؟'' میں نے کہا ''کیوں نہیں، ضرور دکھائیں'' انہوں نے کہا ''یہ سیاہ فام عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اس نے عرض کیا ''مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میں ننگی ہو جاتی ہوں، آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کریں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تو چاہے تو صبر کر اور تیرے لئے جنت ہے، اور اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے دعا کر دیتا ہوں' اللہ تجھے صحت و عافیت دیگا'' وہ کہنے لگی میں صبر کرتی ہوں'' پس آپ دعا کریں کہ میں ننگی نہ ہوا کروں'' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے لئے دعا کی (بعد میں وہ ننگی نہیں ہوتی تھی) (صحیح البخاری : ۵۶۵۲، صحیح مسلم: ۲۵۷۶)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نیکی نہ حاصل کرسکنے پر افسوس

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ''جو جنازہ کے ساتھ گیا، اس کو دو قیراط اجر و ثواب ملے گا'' تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا، ''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیں بہت احادیث بیان کرتے ہیں، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہنے لگے ''ہم نے تو پھر بہت سے

قیراط ضائع کر دیئے۔"

(صحیح البخاری : ۱۳۲۵، صحیح مسلم : ۹۴۵)

معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو علم نہ تھا کہ جنازے میں شرکت کا اتنا ثواب ہے کیونکہ حدیث ان تک نہیں پہنچی تھی، جب اس ثواب کا علم ہوا تو افسوس ہوا کہ جن جنازوں میں ہم کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے ان کے ثواب سے محروم رہ گئے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی تمنا کرنا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کسے حاصل ہوگی؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا کیونکہ

رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ

میں نے حدیث کے متعلق تمہاری حرص دیکھ لی ہے، قیامت کے دن سب سے زیادہ میری شفاعت سے فیض یاب وہ شخص ہوگا جو سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہے گا۔"

(صحیح البخاری : ۹۹)

اس حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حرصِ حدیث اور حدیث کو زیادہ سے زیادہ یاد کرنے کے شوق کی تصدیق زبانِ نبوت سے ہو رہی ہے، نیز صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں بھی نیکیوں میں سبقت لے جانے اور درجات کی بلندیوں تک پہنچنے کا شوق تھا، اسی لیے وہ چاہتے تھے کہ ہمیں معلوم ہو کہ کون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی سعادت پاتا ہے؟

سبق

یہ ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہ جو نیکی اور ثواب کا کوئی کام چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ لہٰذا جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں مشروع تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل ضرور کیا اور جو

مشروع نہ تھی اسے نہیں اپنایا بلکہ اتفاقاً کرنے لگے تو جب دیکھا کہ سنت کے منافی ہے اسے چھوڑ دیا، لہذا جو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں دین تھا، آج بھی وہی دین ہے، اور جو کچھ ان کے دور میں دین نہ تھا، آج بھی دین نہیں ہوسکتا' کیونکہ انہوں نے بعد والوں کے لئے کسی قسم کی گنجائش نہیں چھوڑی۔



باب : ۲۳

صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث سے دلیل مانگتے تھے

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا' جب وہ ان کے دروازے پر آئے' تین دفعہ سلام کیا' جواب نہ ملا' واپس چل دیئے' پیچھے سے عمر رضی اللہ عنہ نکلے اور پوچھا کہ واپس کیوں جا رہے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے تین دفعہ سلام کیا' آپ نے جواب نہیں دیا' جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی تین دفعہ اجازت مانگے' نہ ملے تو واپس چلا جائے'' عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَقِمْ عَلَیْهِ بِالْبَیِّنَةِ وَ اِلَّا اَوْ جَعْتُكَ

''اس پر دلیل پیش کرو، ورنہ میں تجھے کوڑے لگاؤں گا۔''

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا ''کیا مسئلہ ہے؟'' آپ نے بات بتائی، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ''اس حدیث سے ہمارا بچہ بچہ واقف ہے'' لہٰذا ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''میں قوم میں سب سے چھوٹا تھا، ابی بن کعب نے فرمایا ''تم ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ (اور گواہی دو)''

(صحیح البخاری : ۶۲۴۵' صحیح مسلم: ۲۱۵۳)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ام یعقوب رضی اللہ عنہا نے دلیل مانگی کہ میں نے سارا قرآن پڑھا ہے، مجھے اس میں یہ بات نہیں ملی جس کے متعلق آپ کہتے ہیں کہ اللہ نے فلاں فلاں عورت پر لعنت کی ہے۔ (صحیح البخاری : ۵۹۴۴، صحیح مسلم : ۲۱۸۷)

سبق : ہمارا بھی فرض ہے کہ دین کے معاملے میں تحقیق کا دامن نہ چھوڑیں اور جب کوئی عالم یا مفتی ہمیں اپنا مؤقف پیش کرے تو ہم کتاب و سنت سے دلیل کا مطالبہ کریں اور بغیر شرعی دلیل کے ان کی بات ہرگز نہ مانیں۔

باب : ۲٤

جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنا عمل حدیث کے خلاف پایا

ہم بتا چکے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نیکی کے بڑے حریص تھے' اگر مروجہ بدعات نیکی اور دین ہوتیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم انکے اول عامل ہوتے لہٰذا جس چیز کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہیں اپنایا وہ دین نہیں کیونکہ انہوں نے بعد والوں کے لئے کسی قسم کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بعض اعمال نیکی سمجھ کر کر بیٹھے لیکن وہ حدیث کے خلاف تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرمایا، اسی طرح بعض اعمال اسلام میں محبوب بھی تھے مگر انکے طریقوں میں غلطی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غیر مشروع قرار دیا، لہٰذا جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں ترک کر دیا، اسی طرح آج اگر ہمارے ہاں بھی ایسے اعمال ہوں جنہیں ہم نیکی اور دین سمجھ کر، ثواب کی حرص میں کر رہے ہیں، تحقیق کے بعد جب واضح ہو جائے کہ کتاب وسنت میں اسکی اصل نہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں اسکا کوئی وجود نہیں تو ہمیں بھی وہ ترک کرنے چاہیں۔

آیئے بے شمار نمونوں میں سے چند ایک کا تذکرہ کرتے ہیں' چنانچہ ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، اس حال میں کہ آپ رکوع کر رہے تھے، اس نے صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کر دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ

''اللہ تعالیٰ آپ کو حرص میں زیادہ کرے، دوبارہ ایسا نہ کرنا۔''

(صحیح البخاری : ۷۸۳)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں فتح مکہ والے سال مکہ کی طرف روانہ ہوئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھ لیا لیکن جب آپ ''کراع الغمیم'' مقام پر پہنچے تو لوگوں نے بھی روزہ رکھ لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پانی کا پیالہ منگویا اور اسے اونچا کر دیا حتی کہ تمام لوگوں نے اسے دیکھ لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پی لیا ہے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ بعض لوگوں نے ابھی تک روزہ رکھا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''اُولٰئِكَ الْعُصَاةُ اُولٰئِكَ الْعُصَاةُ''

''یہ نافرمان ہیں، یہ نافرمان ہیں۔'' (مسلم : ۱۱۱۴)

یعنی روزہ سفر میں رکھنے کی آسانی سے طاقت ہو تو رکھنا جائز ہے، جبکہ مشقت، کے باوجود نہ چھوڑا جائے اور اسے اعلیٰ نیکی اور زیادہ ثواب کا ذریعہ سمجھا جائے تو یہ نیکی اور ثواب نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین (احادیث) کی نافرمانی ہے۔

اسی طرح جس عمل کو نیکی اور ثواب کے جذبے سے کیا جائے مگر وہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو، اس کا کوئی فائدہ نہیں لہٰذا اسے چھوڑنا چاہیے، چنانچہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ ہے۔

تین صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (نفلی) عبادت کے متعلق معلوم کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا علم ہوا تو اپنی عبادت کو بہت کم محسوس کیا اور کہنے لگے ''ہم کہاں اور ہمارے نبی کہاں؟'' جبکہ ان کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہیں' سو ایک نے کہا ''میں آج کے بعد نکاح نہیں کروں گا'' دوسرے نے کہا ''میں روزے میں ناغہ نہیں کروں گا'' تیسرے نے کہا ''پوری پوری رات عبادت کرتا رہوں گا'' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا، انہیں بلایا اور پوچھا ''کیا تم نے یہ یہ باتیں کہی

ہیں؟'' انہوں نے کہا ''جی ہاں'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں روزہ بھی رکھتا ہوں' ناغہ بھی کرتا ہوں' قیام بھی کرتا ہوں' نیند بھی' عورتوں سے صحبت بھی کرتا ہوں، انقطاع بھی' پس جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں۔

(صحیح البخاری : ۵۰۶۳، صحیح مسلم : ۱۴۰۱)

سبق : ہمارے مسلمان بھائی بھی جن بعض اعمال کو نیکی کی نیت سے کرتے ہیں، ہم انکے جذبات کی قدر کرنے کے بعد درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں یہی فکر ہے کہ تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں، کیونکہ بدعت ہمیشہ نیکی سمجھ کر، ثواب کی نیت سے کی جاتی ہے مگر اسکا ثواب نہیں ہوتا، لہٰذا ضروری ہے، ان اعمال کو حدیثِ رسول ﷺ پر پیش کیا جائے، ثبوت ملے تو ٹھیک، نہ ملے تو اسی طرح چھوڑ دینا چاہیے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم چھوڑ دیتے تھے' اسے انانیت کا مسئلہ نہ بنایا جائے اور خواہ مخواہ اپنے مذہب کا شعار نہ بنایا جائے اور بے جا تعصب کی بنا پر اپنے موقف کے خلاف آنے والی احادیث سے انحراف نہ کیا جائے بلکہ انہیں اپنے ایمان کا زیور بنایا جائے۔



باب : ۲۵

جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے کسی کا عمل حدیث کے خلاف پایا

صحابہ رضی اللہ عنہم جب کسی کا عمل حدیث کے خلاف دیکھتے تو فوراً اسکی اصلاح کرتے چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا وہ اپنی قربانی کے اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا تو انہوں نے فرمایا ''اسکو اٹھا کر کھڑا کرو، اس کے (بائیں گھٹنے کو) باندھ کر ذبح کرو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے۔''

(صحیح البخاری :۱۷۱۳، صحیح مسلم : ۱۳۲۰/ ۳۵۸)

سیدنا نافع بیان کرتے ہیں، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی کو چھینک آئی، اس نے کہا

''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰه''

یہ سن کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''میں بھی اللہ کی ثناء کرتا ہوں اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کا بھی قائل ہوں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھلایا ہے کہ چھینک آنے پر ہم یوں کہیں

''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ''

(سنن الترمذی : ۲۷۳۸' مسند الحارث بغیة الباحث : ۸۰۷' المستدرک للحاکم : ۴/ ۲۶۵' ۲۶۶' شعب الایمان للبیهقی : ۸۸۸۴ و سنده حسن' امام حاکم نے اسے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے حافظ ذہبی نے ''صحیح'' کہا ہے۔)

سبق

جس طرح ہر معاملے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محمدی طریقہ اپنایا اور حدیث وسنت کے خلاف عمل کو گوارہ نہ کیا، اسی طرح ہمیں بھی اپنے (اور دیگر مسلمانوں کے) اعمال سنت کے مطابق رکھنے کی ہمہ وقت کوشش کرنی چاہیے۔



باب : ٢٦

صحابہ رضی اللہ عنہم نے فتویٰ حدیث کے مطابق دیا

صحابہ رضی اللہ عنہم کا فتویٰ حدیث کے مطابق ہوتا تھا کیونکہ وہ حدیث کی فقاہت رکھتے تھے چنانچہ (۱) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَعْمَرَ اَرْضًا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ فَهُوَ اَحَقُّ بِه وَقَالَ عُرْوَةُ قَضٰى بِهِ عُمَرُ فِيْ خِلَافَتِه

"جس نے اس زمین کو آباد کیا جو کسی کی ملکیت نہ ہو، وہی اسکا زیادہ مستحق ہے عروہ کہتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔"

(صحیح البخاری : ۲۳۳۵)

(۲) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سانڈے کے بارے میں سوال کیا گیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**لَا اٰكُلُهُ وَلَا اُحَرِّمُهُ**"

"نہ میں کھاتا ہوں اور نہ میں حرام قرار دیتا ہوں"

(صحیح البخاری : ۵۵۳۶' صحیح مسلم : ۱۹۴۳)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سانڈے کے بارے میں فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام نہیں قرار دیا' اللہ تعالیٰ اسکے ذریعے کئی لوگوں کو فائدہ دیتا ہے، یہ عام چرواہے لوگوں کی خوراک ہے۔ اگر میرے پاس ہوتا تو میں بھی کھاتا۔"

(صحیح مسلم : ۱۹۵۰)

(۳) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: "میری خالہ ام حفید رضی اللہ عنہا نے نبی

کریم ﷺ کیلئے پنیر، گھی اور سانڈے بطور تحفہ بھیجے، آپ ﷺ نے پنیر، گھی میں سے کچھ مقدار کھالی، لیکن گھن کرتے ہوئے سانڈا نہ کھایا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آپ ﷺ کے دستر خوان پر سانڈا کھایا گیا اور اگر سانڈا حرام ہوتا تو آپ ﷺ کے دستر خوان پر نہ کھایا جاتا۔ (صحیح البخاری : ۵۵۳۷، صحیح المسلم ۱۹۴۷)

دیکھیں پہلی حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ حدیث کے مطابق ہے، دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان صرف یہی ہے کہ سانڈا نہ ہی کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں' چنانچہ سینا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اسے حرام قرار نہیں دیا، لہٰذا میرے پاس ہوتا تو میں بھی کھاتا گویا کہ آپ کا فتویٰ حدیث کے مطابق رہا۔ اور تیسری حدیث میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حدیث پیش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے گھن کی وجہ سے سانڈا نہیں کھایا لہٰذا فتویٰ دے رہے ہیں ''اگر یہ حرام ہوتا تو آپ ﷺ کے دستر خوان پر لایا ہی نہ جاتا' گویا آپ نے بھی رسول اللہ ﷺ کے نہ کھانے کو حرمت پر محمول نہیں کیا بلکہ آپ کے دستر خوان پر لائے جانے کو حلت پر محمول کیا۔

اسی طرح کثیر دلائل ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف احادیث کے حفاظ اور راوی ہی نہ تھے بلکہ فقیہہ اور محقق مفتی تھے لہٰذا ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ غیر فقیہ ہیں لہٰذا ان کی بیان کردہ حدیث قیاس یا کسی فقہی امام کے قول کے خلاف آ جائے تو وہ ضعیف ہے' یہ اصول باطل ہے اور احادیث نبویہ کا انکار ہے۔

سبق : آج ہمارے مفتیانِ دین کا حق بنتا ہے کہ وہ بھی بالکل کتاب وسنت سے ہی فتویٰ دیا کریں، اور اپنے فتویٰ پر قرآن وحدیث کی نصوص بطور دلیل لکھا کریں، صرف اپنے فقہی موقف کو بلا دلیل لکھنے سے اجتناب کریں، میں نے ایک بہت بڑے مفتی کا فتاویٰ دیکھا، جس میں شروع سے آخر تک (پوری کتاب میں) ایک بھی آیت یا حدیث نہیں لکھی گئی، ایسے مفتیان کو اللہ ہدایت نصیب فرمائے۔



باب : ۲۷

حدیث کے بعد غیروں کے فتویٰ کی طرف رجوع پر صحابہ کا ردِ عمل

سیدنا حارث بن عبداللہ بن اویس بیان کرتے ہیں، میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا ''اگر عورت قربانی کے روز طوافِ زیارت کے بعد حائضہ ہو جائے تو پھر کیا کرے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (پاک ہونے کے بعد) آخری عمل طواف ہونا چاہیے'' حارث رضی اللہ عنہ نے وضاحت فرمائی ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مجھے یہی فتویٰ دیا تھا''
اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَرِبْتُ يَدَيْكَ سَأَلْتَنِيْ عَنْ شَيْءٍ سَأَلْتَ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِكَيْ مَا أُخَالِفَ

''تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں، تو نے مجھ سے ایسی بات کے متعلق پوچھا، جس کے متعلق آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ چکے ہیں تا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بات کروں۔'' (سنن ابی داؤد : ۲۰۰۴ و سندہٗ صحیح)

سبق

آج کتاب و سنت کے مطابق فتویٰ دیکھ کر بعض لوگوں کو آگ لگ جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ کسی غیر مقلد کا فتویٰ ہے، آؤ ہم تمہیں صحیح فتویٰ دیتے ہیں لہٰذا وہ مروجہ فقہ

کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق فتویٰ کو رد کر دیتے ہیں۔ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث رسول ﷺ کے بعد کسی دوسرے کی طرف رجوع کرنے پر ناراض ہوتے تھے۔



باب : ۲۸

حجیت حدیث میں فقہی شبہات کا ازالہ

حدیث قرآن کی تفسیر ہے

قرآن کے اکثر وبیشتر مسائل کی وضاحت حدیث کرتی ہے، مثلاً نماز کا حکم قرآن نے دیا اور طریقہ حدیث نے بتایا، روزہ کا حکم قرآن نے دیا اور طریقہ، وقت، ثواب، احکام حدیث نے بتائے، حج کا حکم قرآن نے دیا اور طریقہ حدیث نے بتایا، زکوٰۃ کا حکم قرآن نے دیا اور مکمل شیڈول اور شرح حدیث نے بتائی، ان مثالوں سے پتا چلتا ہے کہ حدیث کے بغیر قرآن پر عمل کرنا، اس کو سمجھنا اور اس پر ایمان لانا ممکن نہیں، یہی وجہ ہے کہ منکرِ حدیث اصل میں منکرِ قرآن ہے۔

آیئے مختصر صرف چند مثالیں سامنے رکھتے ہیں جن میں حدیث قرآن کی تفسیر کرتی ہے

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝﴾ (سورۃ الانعام:۸۲)

”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ خلط ملط نہ کیا' ان کے لئے امن ہے اور وہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: اَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے کون ہے جو اپنے آپ پر ظلم نہیں کرتا؟

(یہاں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ظلم کا معنی عام زیادتی لیا کہ آدمی اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتا ہے جبکہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''وہ معنی نہیں جو تم لے رہے ہو، بلکہ یہاں ظلم کا وہ معنی ہے جو سیدنا لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

يَا بُنَيَّ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (سورۂ لقمان:۱۳)

''بیٹا! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا، بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

(صحیح البخاری:۴۶۲۹، صحیح مسلم ۱۲۴)

گویا کہ یہاں قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر حدیث نے کی کہ ظلم سے مراد شرک ہے، جو شرک نہ کرے وہی امن کا داعی اور ہدایت والا ہے

(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ (سورۂ الانفال:۶۰)

''تم انکے لئے جو قوت کی طاقت رکھتے ہو تیار رکھو!''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر تین بار فرمایا ''خبردار قوت سے مراد رمی ہے۔(صحیح مسلم:۱۹۱۷)

(۳) اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام میں فرمایا: ''تمہاری جو عورتیں برائی کریں انکو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ وہ فوت ہو جائیں یا اللہ انکے لئے کوئی اور راستہ نکال دے'' یہ ابتدائی حکم تھا، پھر بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے فرمایا:

خُذُوْا عَنِّیْ خُذُوْا عَنِّیْ قَدْجَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا

''مجھ سے لے لو مجھ سے لے لو اللہ نے انکے لئے رستہ نکال دیا ہے، شادی شدہ مرد اور عورت کے لئے رجم ہے اور غیر شادی شدہ کیلئے سو کوڑے (اور ایک سال کی جلاوطنی) ہے۔'' (صحیح مسلم : ۱۶۹۰)

گویا کہ یہاں انتہائی امر کی وضاحت حدیث سے ملی۔

ایک حدیث دوسری حدیث کی شرح کرتی ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جناب فلاں مسئلہ خلفائے راشدین میں سے کسی ایک

سے ثابت کریں تب مانیں گے،فلاں مسئلہ ایک ہی حدیث میں دیکھائیں تب مانیں گے،فلاں مسئلہ صرف بخاری اور مسلم کی حدیث سے ثابت کریں، تب مانیں گے یہ تمام انکار حدیث کے بہانے ہیں اگر ایک مسئلہ کسی بھی حدیث کی کتاب سے صحیح سند سے مل جائے تو پھر اپنی من مانی کی شروط لگانے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا صرف خلفائے راشدین ہی معتبر راوی ہیں، باقی نہیں؟ کیا ایک حدیث دوسری حدیث کی شرح نہیں کرسکتی؟ یہ اسلوب تو قرآن نے بھی نہیں اپنایا کہ ایک مسئلہ ایک ہی جگہ پر پوری وضاحت کیساتھ اور مکمل بیان ہوا ہو، بلکہ اسکے مضامین بھی مختلف جگہوں سے آیات لینے سے بنتے ہیں۔

دراصل یہ لوگ حدیث سے انحراف کے طور پر کہتے ہیں جبکہ ایک حدیث اس دوسری حدیث کی وضاحت اور شرح ہوتی ہے۔مثلاً کنوارے زانی کیلئے سوکوڑے ایک حدیث میں ہیں جبکہ سال کی جلا وطنی دوسری حدیث میں ہے،دونوں کو ماننا چاہئے،جبکہ احناف تغریب عام (ایک سال کی جلاوطنی) کے قائل نہیں۔

اسی طرح وضوء کا مکمل طریقہ، نماز کا مکمل طریقہ اور دیگر احکام کئی ایک روایات جمع کرنے سے ہی پورے طور پر بیان ہوتے ہیں، تمام احادیث کو حجت مان کر مکمل طریقہ احادیث سے لینا چاہئے اور تمام احادیث پر عمل کرنا چاہئے۔

کیا حدیث قرآن کے عموم میں تخصیص نہیں کرسکتی؟

احناف نے یہ قاعدہ بھی وضع کیا کہ حدیث قرآن کے عموم میں تخصیص یا اطلاق میں تقیید نہیں کرسکتی

یہی وجہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ’’قرآن کریم میں مطلق کہا گیا ہے کہ ﴿وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ (سورۂ بقرہ:۴۳) ’’رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو‘‘

لہٰذا رکوع کا معنی ہے ’’جھکنا‘‘ اب معمولی سا جھک جانے سے اور کچھ نہ پڑھنے

سے رکوع ہو جائے گا اور فرض ادا ہو جائے گا، جبکہ کم از کم رکوع میں تین دفعہ کوئی مسنون تسبیح پڑھنا، رکوع میں اطمینان وغیرہ کرنا' جن کا تذکرہ احادیث میں ہے' یہ فرض نہیں ہیں، بلکہ واجب ہیں اور واجب کو ترک کرنا اگرچہ گناہ ہے مگر فرض کی ادائیگی میں کمی نہیں ہوگی وہ ادا ہو جائے گا، (چنانچہ احناف کے نزدیک تسبیحات قرآن پر اضافہ اور زیادتی ہیں جو فقہ کی زبان میں جائز نہیں)''

اسی طرح وہ کہتے ہیں ''وضوء کیلئے قرآن نے صرف ہاتھ، پاؤں اور چہرہ دھونے اور سر کا مسح کا تذکرہ کیا ہے، لہٰذا یہی چار چیزیں فرض ہیں ،جبکہ نیت، بسم اللہ، ترتیب، تسلسل' اور کانوں کا مسح جو احادیث سے ثابت ہیں یہ سب حدیث کا قرآن پر اضافہ ہے، یہ فرض نہیں' اگر رہ بھی جائیں تو وضو ہو جائے گا۔''

اسی طرح کہتے ہیں قرآن میں ہے ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ (سورۂ مزمل: ۲۰) ''قرآن میں سے جو بھی آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو''

جبکہ حدیث کہتی ہے:

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

''جو فاتحہ نہ پڑھے اسکی نماز نہیں۔'' (صحیح البخاری: ۷۵۶، صحیح مسلم: ۳۹۴)

لہٰذا حدیث نے سات آیات (فاتحہ) مخصوص کر دی ہیں، یہ قرآن پر زیادتی ہے، اس کو چھوڑ دیا جائے گا اور کسی بھی مقام سے صرف ایک ہی آیت پڑھی جائے گی تو رکعت ہو جائے گی۔

ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کے خلاف ہی فتویٰ دے دیا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ صاحب قرآن، جسکی ذات کا خلق ہی قرآن ہو، جس پر قرآن نازل ہوا، جو وحی کے بغیر بولے ہی نہیں، ان کی حدیث قرآن کے خلاف آجائے۔

ہم کہتے ہیں کہ تمہارے یہ قوانین اپنی بنیاد میں غلط ہیں' قرآن مجید میں ﴿اَلزَّانِيَةُ

﴿وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِاَةَ جَلْدَةٍ﴾ (سورۂ نور: ۲) کے الفاظ ہیں کہ زانی مرد اور عورت کو سو کوڑے لگاؤ جبکہ شادی شدہ کو رجم کرنے کا حکم حدیث میں ہے' جو کہ قرآن پر اضافہ ہے، اسے کیوں تسلیم کرتے ہو؟ یہاں اپنا قانون لاگو کیوں نہیں کرتے۔

سیدنا یعلیٰ بن اُمیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾

"اگر تمہیں کافروں کے ستانے کا خوف ہو تو نماز قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں" (سورۂ نساء: ۱۰۱)

لیکن اب تو لوگ امن میں ہیں (اور کوئی کفار کا خوف اور جنگ کی صورت نہیں تو ہم قصر کیوں پڑھتے ہیں؟) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مجھے بھی تمہاری طرح تعجب ہوا تھا چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

"صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهُ"

"اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کیا ہے لہٰذا اس کا صدقہ قبول کرو"

(صحیح مسلم ۱۵۷۳)

یعنی دوران سفر خوف ہو یا نہ ہو نماز قصر پڑھنے کی رخصت ہے جس کا تذکرہ حدیث میں ہے قرآن میں نہیں۔

ہم کہتے ہیں قرآن نے چند رشتوں سے نکاح حرام قرار دینے کے بعد فرمایا:

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾

"جو ان کے علاوہ ہیں وہ تمہارے لئے حلال ہیں۔" (سورۂ نساء: ۲۴)

جبکہ اس عموم میں بھی حدیث نے تخصیص کی اور فرمایا کہ پھوپھی اور بھتیجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۱۰۸، صحیح مسلم: ۱۴۰۸)

اب یہاں اس حدیث کو احناف منسوخ مان کر مذکورہ دو رشتے ایک نکاح میں کیوں جمع نہیں کرتے؟ یہاں اپنے فقہی قانون کو کیوں لاگو نہیں کرتے۔

اسی طرح قرآن نے فرمایا:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ (سورۃ المائدہ:۳)

''تم پر مردار حرام کر دیا گیا ہے۔''

جبکہ حدیث سمندری مردار کو حلال کرتی ہے اور احناف یہاں نہیں کہتے کہ حدیث قرآن کے عموم کے خلاف آرہی ہے، لہٰذا ہم مچھلی وغیرہ نہیں کھائیں گے کیونکہ وہ مردار ہے۔

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ ایک بکری مرگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے مالکوں کو فرمایا کہ تم نے اسکی کھال کیوں نہ اتاری کہ پھر اسے رنگ لیتے اور اس سے فائدہ اٹھاتے؟ (سنن الترمذی: ۱۷۲۷، و سندہ صحیح)

یہاں بھی حدیث نے مردار کے چمڑے کو حلال قرار دے کر مردار کے عموم میں تخصیص کی، اس تخصیص کو احناف مانتے ہیں اور اپنے قاعدے سے اعراض کرتے ہیں کیوں؟

اسی طرح قرآن نے فرمایا: ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ﴾ (نساء:۱۱)

''اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے۔''

اس آیت میں بھی عموم ہے اسکی تخصیص اس حدیث نبوی کے ساتھ کر دی گئی ہے:

((لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَالْكَافِرُ الْمُسْلِمَ))

''مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔''

(صحیح البخاری:۱۰۰۷، صحیح مسلم : ۱۴)

اب اس کی تخصیص کو احناف نہیں رد کرتے، یہاں تخصیص مانتے ہیں تو فاتحہ اور دیگر مذکورہ مسائل میں کیوں نہیں مانتے؟ ثابت ہوا کہ مرضی کے قواعد اور مرضی کا ان کا

استعمال ہے۔ یعنی مخصوص احادیث کو ٹارگٹ بنا کر (جو ان کے اماموں کے اقوال اور فقہ کے مخالف ہیں) قواعد بناتے ہیں اور باقی امور میں انہیں لاگو نہیں کرتے۔

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا، انہیں کہا گیا آپ ایسا کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا

((وَمَا يَمْنَعُنِي وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُهُ))

"مجھے کیا چیز مانع ہوسکتی ہے جب کہ میں نے آپ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔" (صحیح البخاری ۳۸۷، صحیح مسلم : ۲۷۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حدیث اچھی لگتی تھی، کیوں؟ اس لئے کہ جریر رضی اللہ عنہ سورہ مائدہ کے بعد اسلام لائے، انہوں نے آپ ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا، جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ مسئلہ نکالا کہ سورہ مائدہ میں جو حکم ہے کہ جب تم نماز کیلئے اٹھو تو ہاتھ، پاؤں اور چہرہ دھولو اور سر کا مسح کرلو، اس حکم کے ساتھ آپ ﷺ کا موزوں پر مسح کرنے والا عمل جو پہلے آرہا ہے منسوخ نہیں ہوا بلکہ قرآن کے عموم میں تخصیص ہوگئی ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف حفاظِ حدیث ہی نہ تھے بلکہ فقیہہ بھی تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک حدیث قرآن میں تخصیص کرسکتی ہے اور حدیث قرآن کے ظاہر سے ٹکرا کر ضعیف نہیں ہوتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہ میں فرض اور واجب میں کوئی فرق نہیں

ان لوگوں نے قاعدہ وضع کیا ہے کہ قرآن پر حدیث کی زیادتی جائز نہیں ایسی حدیث ضعیف ہوگی یا پھر قرآن کا حکم فرض کی حیثیت رکھے گا اور حدیث کا حکم واجب کی حیثیت رکھے گا اور واجب (حدیث) چھوڑنے سے گناہ تو ہوگا، مگر حکمِ قرآن کی تعمیل ہوجائے گی۔

جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسی کوئی تخصیص نہیں کرتے تھے بلکہ قرآن اور حدیث دونوں کے بیان کو فرض ہی سمجھتے تھے، حدیث کی شرعی حیثیت میں فرق نہیں مانتے تھے، چنانچہ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انس رضی اللہ عنہ کو ایک لمبا خط لکھا جس میں زکوٰۃ کا شیڈول بتایا اور ابتداء میں لکھا ﴿هٰذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَالَّتِي اَمَرَاللّٰهُ بِهَا رَسُولَهُ﴾ (صحیح البخاری : ۱۴۵۴) ''یہ اللہ کا فرضی صدقہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے، جس کا حکم اللہ نے اپنے رسول کو دیا ہے۔''

معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت ہونے والی شرح زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے جو کہ قرآن پر اضافہ اور عموم میں زیادتی ہے مگر واجب نہیں قرار دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خبر واحد پر اعتبار

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خبر واحد کو حجت مانتے تھے اور اسکے مقابلہ میں اپنی رائے کو ترک کر دیتے تھے۔

دیکھیں ''اختلافی مسائل میں صحابہ نے حدیث کا دامن نہ چھوڑا'' دوسری حدیث میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے گواہی کو حجت بنا کر اسکے مطابق فتویٰ دیا، مگر آج ہمارے مسلمانوں کی ایک بہت بری جماعت کا یہ وضعی فقہی قانون ہے کہ ہمارے کسی فقہی امام کی رائے یا قول کے خلاف خبرِ واحد آ جائے تو وہ منسوخ ہوگی، اس طرح وہ احادیثِ رسول ﷺ کے ایک بہت بڑے ذخیرے سے انحراف کر کے اپنے اماموں کے اقوال کی اندھی تقلید میں غرق ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجتھاد کو حدیث پر پیش کرتے تھے، نہ کہ حدیث کو اجتھاد پر

(۱) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ''دو آدمی سفر پر نکلے، نماز کا وقت ہو گیا لیکن دونوں کے پاس پانی نہیں تھا، پس دونوں نے پاکیزہ مٹی سے تیمم کر لیا اور نماز پڑھ لی پھر وقت ہی میں پانی مل گیا' ان دونوں میں سے ایک نے نماز اور وضو کا اعادہ کر لیا جبکہ دوسرے نے نہ کیا پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے بات کا

تذکرہ کیا، آپ نے اس آدمی سے فرمایا جس نے نماز اور وضونہیں دوہرایا تھا ''اَصَبْتَ السُّنَّۃَ وَاَجْزَاَتْکَ صَلَاتُکَ'' آپ سنت کو پہنچ گئے اور آپ کو آپ کی نماز کافی ہو گئی'' اور دوسرے سے آپ ﷺ نے فرمایا ''لَکَ الْاَجْرُ مَرَّتَیْنِ'' آپ کے لئے دوہرا اجر ہے۔'' (سنن ابی داؤد ۳۸۸' سنن النسائی : ۴۳۳ و سندہ حسن)

(۲) سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی کام کے لیے سفر پر روانہ کیا، میں جنبی ہو گیا اور پانی نہ پا سکا

تَمَرَّغْتُ فِی الصَّعِیْدِ کَمَا تَتَمَرَّغُ الدَّابَّۃُفِی الْاَرْضِ

''میں مٹی پر چوپائے کی طرح الٹ پلٹ ہوا'' پھر نبی پاک ﷺ کے پاس آیا اور انہیں اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے کر کے دکھایا اور فرمایا ''تمہیں یہی کافی تھا کہ ایک دفعہ دونوں ہاتھ زمین پر مار کر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر پھیرتے اور دونوں ہاتھوں کی اوپر والی سائیڈ پر اور اپنے چہرے پر۔''

(صحیح البخاری : ۳۴۷' صحیح مسلم : ۳۶۸)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اجتہاد کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاتے گویا کہ اجتہاد کو حدیث پر پیش کرتے۔

جبکہ احناف نے قاعدہ وضع کیا ہے کہ حدیث کو پرکھنے کے لئے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انہیں اپنے مزعوم اماموں کے اقوال پر پیش کیا جائے ،اگر انکے قول یا کسی مجتہد کے اجتہاد کے خلاف آجائے تو حدیث کو ضعیف تصور کیا جائے گا،جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اجتہاد کو رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش کرتے اگر انکے موافق ہوتا تو ٹھیک وگرنہ اسے چھوڑ دیتے۔حنفی فقہا نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اگر ایک مجتہد اپنے اجتہاد سے رجوع کرلے اور نیا اجتہاد قائم کرے تو پہلے کی حیثیت بدستور مسلم ومقبول ہے کیونکہ وہ بھی آخر مجتہد کا قول ہے لہٰذا اگر کوئی اس پر عمل کرے تو وہ بھی درست ہوگا۔

کتنا ظلم؟ کہ کتاب وسنت کی دو نصوص کو آپس میں تعارض کی بنا پر ساقط کر دیتے

ہیں، جبکہ مجتہد کے دو اقوال کو تعارض کی صورت میں ساقط نہیں کرتے، اپنے مجتہد کے دونوں اجتہادوں کو بیک وقت درست اور قابلِ قرار دیتے ہیں، جبکہ خود مجتہد فقہی امام اپنے پہلے اجتہاد سے رجوع بھی کر چکا ہو، لہٰذا مقلد صاحبان نے نہ تو مجتہد کی مانی اور نہ ہی کتاب وسنت کے پلے کچھ چھوڑا بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ کوئی بھی حدیث یا قرآن کی آیت ہمارے امام کے قول کے خلاف آجائے تو وہ منسوخ تصور کی جائے گی۔



باب : ۲۹

حدیث اور رائے آئمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی نظر میں

ہم فقہا آئمہ دین کے بارے میں یہ حسن ظن رکھتے ہیں کہ انہوں نے دانستہ طور پر قرآن و حدیث کے خلاف اپنی رائے اور اجتہاد کو نہ قائم کیا ہے اور نہ ہی اسے ترجیح دینے کا حکم صادر فرمایا ہے بلکہ جب تک حدیث نہیں ملی اپنی رائے اور اجتہاد سے کام لیتے رہے اور آخری فیصلہ کن بات کر کے ''کہ ہماری بات جب بھی تمہیں حدیث کے مقابلے میں نظر آئے تو ہماری بات کو رد کر کے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے لگا لینا۔'' اپنا فریضہ ادا کر گئے لہٰذا وہ تو حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اگر اپنی رائے اور اجتہاد میں درست ہوئے تو دہرے ثواب کے مستحق ٹھہرے اور اگر خطاء ہوئی تو بھی ایک اجر ان کے حصے میں آیا۔ چنانچہ مشہور آئمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"مَنْ رَدَّحَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَهُوَ عَلٰى شَفَاهَلَكَةٍ"

''جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو رد کر دیا وہ ہلاکت کے کنارے پر ہے''

(الحجة فی بیان المحجة للاصبهانی ۱/ ۲۰۷' مناقب الامام احمد لابن الجوزی : ۱۸۲ و سنده حسن)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

"اِنَّمَا اَنَابَشَرٌ اُخْطِئُ وَاُصِيْبُ فَانْظُرُوْافِىْ رَأْيِ فَكُلُّ مَاوَافَقَ

الْکِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوْهُ وَکُلُّ مَالَمْ یُوَافِقْ فَاتْرُکُوْهُ"

''بیشک میں بشر ہوں' میرا قول صحیح بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی، لہذا میرے قول پر غور کرو' جو کتاب وسنت کے مطابق ہو، اس پر عمل کرو اور جو خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔'' (جامع بیان العلم لابن عبدالبر : ۹۱ و سنده صحیح)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اِذَا وَجَدْتُمْ فِیْ کِتَابِیْ خِلَافَ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُوْلُوْا لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَدَعُوْا مَا قُلْتُ))

''جب تم میری کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کچھ دیکھو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کہو اور میری بات چھوڑ دو۔''

(مناقب الشافعی للبیهقی : ۴۷۳' الفقیه المتفقة للخطیب : ۱/ ۱۵۰ و سنده صحیح)

قیاس اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ فَهَلَكَ وَاِنَّمَا عُبِدَتِ الشَّجَرُ وَالْقَمَرُ بِالْمَقَایِسِ"

سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا اور وہ ہلاک ہوگیا اور سورج چاند کی عبادت بھی قیاس کی بنا پر ہی کی گئی۔

(مصنف ابن ابی شیبة: ۱۴/ ۸۵، سنن الدارمی: ۱۹۵، الفقیه و المتفقه للخطیب : ۵۰۶ و سنده حسن)

سنت اور رائے تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کی نظر میں

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَارَأْیَ لِاَحَدٍ مَعَ سُنَّةٍ سَنَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

''سنت کی موجودگی میں رائے کی کوئی اہمیت نہیں۔''

(سنن الدارمی : ۱/ ۴۷، و سندہ صحیح)

امام اوزاعی کا فرمان

((عَلَيْكَ بِآثَارِ مَنْ سَلَفِ وَاِنْ رَفَضَكَ النَّاسُ وَاِيَّاكَ وَآرَاءَ الرِّجَالِ وَاِنْ زَخْرَفُوالَكَ الْقَوْلَ))

''آثار سلف (صحابہ اور تابعین) کو لازم پکڑو اگر چہ لوگ آپ کو چھوڑ ہی کیوں نہ دیں، لوگوں کی آراء سے اجتناب کرو خواہ ان میں سونے کی چمک دمک ہی کیوں نہ ہو۔''

(شرف اصحاب الحدیث للخطیب ۶' الشریعۃ للاجزی : ۵۸' و سندہ صحیح)

اہل حدیث عالم کے ہوتے ہوئے اہل رائے کے پاس نہیں جانا چاہیے

ہزیل بن شرحبیل بیان کرتے ہیں، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹی' ایک پوتی اور ایک بہن کی وراثت کے متعلق سوال کیا گیا' تو آپ نے فرمایا: ''آدھا بیٹی کو دلایا جائے اور آدھا بہن کو' لیکن ذرا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہ بھی عنقریب میرے موقف کی ہی موافقت کریں گے' جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کی خبر بھی ان کو دی گئی تو آپ نے فرمایا:

لَقَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ اَقْضِيْ فِيْهَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم

''اگر میں ایسا فیصلہ کروں تو میں گمراہ ہوں اور ہدایت والوں سے نہیں ہوں گا' میں ان کے متعلق وہی فیصلہ کروں گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا' وہ یہ کہ بیٹی کے لیے آدھا مال ہے اور پوتی کے لیے چھٹا حصہ' اسی طرح دو تہائی مال پورا ہو گیا اور جو باقی ہے وہ بہن کا ہے۔''

پھر وہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کی ان کو اطلاع

دی تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَا تَسْأَلُوْنِی مَا دَامَ هٰذَا الْحِبْرُ فِیْکُمْ

''جب تک تم میں یہ عالم موجود ہے مجھ سے مسئلہ نہ پوچھا کرو۔''

(صحیح البخاری : ٦٧٣٦)

اس حدیث مبارکہ سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوئے۔

(۱) صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے تبحر علمی اور فقاہت کو تسلیم کرتے تھے۔

(۲) کریمانہ اخلاق کے مالک تھے، علم پر فخر وغرور نہ تھا یہی وجہ ہے کہ جاننے والے نے نہ جاننے والے کو جاہل نہیں کہا اور نہ جہالت اور گمراہی ان کی طرف منسوب کی اور نہ ان کے فتویٰ پر جرح کی بلکہ یہی فرمایا کہ اگر مجھ سے ایسا ہو جائے تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت والا نہ ہوں گا' حکیمانہ انداز میں دوسرے کی غلطی کا تذکرہ کیا۔

(۳) صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث مل جانے کے بعد اپنی رائے اور اجتہاد سے رجوع کر لیتے اور حدیث کا دامن تھام کر اختلاف اور گمراہی سے نکل جاتے اور ہدایت کی راہ پر گامزن ہوتے۔

(۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث کی موجودگی میں رائے کو ترجیح ہرگز نہ دیتے تھے اسی لیے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم جب تک موجود ہیں، حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں تو میرے پاس آپ کو آنے کی ضرورت نہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ حدیث اور اہل حدیث موجود ہوں اور میں اپنی رائے سے فتویٰ دے بیٹھوں اور گناہ گار ہو جاؤں۔



باب : ۳۰

حفاظتِ حدیث

جس طرح قرآن وحی ہے، اسی طرح حدیث بھی وحی ہے، فرق صرف تلاوت کے ثواب میں ہے، حجیت میں نہیں ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کو وحی قرار دے کر اس کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے، اسی طرح حدیث کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (سورۂ حجر : ۹)

''بے شک ہم نے ہی ذکر کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

یہاں ''الذکر'' کا لفظ استعمال کیا ''القرآن'' کا لفظ استعمال نہیں کیا اور قرآن میں دوسرے مقام پر رسول اللہ ﷺ کو ذکر فرمایا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ○ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ﴾ (سورۂ طلاق : ۱۰ تا ۱۱)

''یہاں ذکر کا بدل لفظ رسول ہے، جس سے معلوم ہوا کہ قرآن اور حدیث دونوں ذکر ہیں اور دونوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔''

ایک مومن آدمی ان آیات کے ذریعہ سے ہی یقین کر لیتا ہے کہ قرآن کی طرح حدیث کی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ نے کی ہے، پھر تدوین حدیث کے متعلق تمام اشکالات ختم ہو کر رہ جاتے ہیں، اسی طرح حدیث کی جمع اور تدوین میں حفاظ کے بلا کے حافظے

اور محدثین کے جامع مانع اصولِ حدیث اور فن رجال ان کی مساعی جمیلہ اور آج تلک احادیث کے معتبر ذخیروں کا محفوظ رہنا اور ہر طرح کے ضعف کی چھان بین کے اہتمام پر نظر دوڑائی جائے تو واقعی عقلِ سلیم اس نتیجہ کو پہنچ جاتی ہے کہ حفاظت حدیث کا یہ بدیہی انتظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔

یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور ہی میں حدیث مبارکہ لکھی اور یاد کی گئی۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ہر بات لکھا کرتا تھا۔ مجھے قریش کے بعض لوگوں نے کہا:

''آپ رسول اللہ ﷺ کی ہر بات لکھتے ہیں حالانکہ وہ کبھی غصے میں بھی ہوتے ہیں'' تو میں نے حدیث لکھنا چھوڑ دی اور چند دنوں کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بات سنائی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اُكْتُبْ فَوَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَا يَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا الْحَقُّ

''لکھا کر، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس (زبان) سے صرف حق ہی نکلتا ہے۔''

(مسند الامام احمد: ۲/ ۱۶۲، سنن ابی داؤد: ۳۶۴۶، و سندہٗ صحیح)



باب : ۳۱

حدیث کی اہمیت مقلد کی نظر میں

ایک مقلد اپنے مزعوم امام کے ساتھ وہ محبت اور عقیدت رکھتا ہے جو ایک متبع سنت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رکھتا ہے اور مقلد اپنے امام کی بات کو چھوڑنا گمراہی سمجھتا ہے جبکہ متبع سنت رسول اللہ ﷺ کی بات کو چھوڑنا گمراہی سمجھتا ہے' مقلد سمجھتا ہے کہ میرا دین وہی ہے جو مجھے میرے امام نے پیش کیا جبکہ اہل سنت سمجھتا ہے کہ میرا دین وہی ہے جو میرے پیغمبر لے کر آئے' مقلد سمجھتا ہے کہ میرا امام امام اعظم ہے جبکہ سنی سمجھتا ہے کہ میرے امام اعظم وہ ہیں جو امام الانبیاء ﷺ ہیں' اہل حدیث سمجھتا ہے کہ حدیث کے بغیر دین نہیں سمجھا جا سکتا جبکہ مقلد سمجھتا ہے کہ فقہ کے بغیر دین نہیں سمجھا جا سکتا' اہل سنت سمجھتا ہے کہ حدیث کے مقابلے میں کسی بزرگ کا قول فتویٰ یا رائے آ جائے تو وہ مردود ہے جبکہ حنفی سمجھتا ہے جو حدیث ہمارے اماموں کے مذہب کے مخالف آ جائے یا قیاس یا امام کے قول کے خلاف آ جائے وہ منسوخ ہوگی یا ضعیف ہوگی' اہل حدیث کے نزدیک تقلید شخصی حرام ہے جبکہ احناف کے نزدیک عامی پر تقلید شخصی واجب ہے اور اپنے امام کے علاوہ کسی سے مسئلہ دریافت کرنا اس کے لیے درست نہیں۔

اہل تشیع اپنے اماموں کو معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں' ان کے نزدیک امام کا رتبہ رسول اور پیغمبر سے بھی بالاتر ہوتا ہے اور امام نہ جان بوجھ کر غلطی کر سکتا ہے اور نہ بھول کر' احناف کا دیدہ دانستہ حدیث صحیح کے مقابلے میں امام کے قول کو ترجیح دینا' اور حدیث کو چھوڑ دینا' بلکہ منسوخ یا ضعیف قرار دینا' معنوی طور پر اہل تشیع کے مذکورہ عقیدے کے بالکل موافق ہے' آیئے دیکھتے ہیں کہ ایک مقلد کی نظر میں حدیث کی کیا اہمیت

ہے۔

حدیث رسول ﷺ کے خلاف سب سے بڑا فتنہ تقلید ہے۔

ایک مقلد جس کے دل میں امام کی محبت اس انداز سے ڈال دی جاتی ہے کہ وہ اپنے امام ہی کو صاحب شریعت تصور کرنے لگتا ہے اور عملاً اسے رسالت کے منصب پر فائز کر دیتا ہے۔ اب اس مقلد کے سامنے قرآن وحدیث کی واضح نص بھی آ جائے تو یہ اپنے منتخب امام ہی کی طرف دیکھتا ہے اور اس کے فیصلے کا منتظر رہتا ہے اور حدیث بھی صرف وہی مانتا ہے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو اور جو حدیث اس کے مسلک کے خلاف ہو تو اول وہ اس کی عجیب وغریب تاویل کرتا ہے اور اگر تاویل سے کام نہ چلے تو پھر حدیث ہی کو رد کر دیتا ہے۔ جیسا کہ احناف نے خبر واحد کو ظنی کہہ کر وضعی قوانین بنائے کہ (۱) اخبار احاد کے ذریعے قرآن کے خاص کو نہ بدلا جائے۔ (۲) قرآن کے عموم میں تخصیص نہ کی جائے اور (۳) اس کے اطلاق کو مقید نہ کیا جائے وغیرہ۔ انہوں نے ان قوانین کے ساتھ ایک بہت بڑا ذخیرہ احادیث رد کر دیا حتیٰ کہ یہاں تک کہہ دیا:

اِنَّ كُلَّ خَبَرٍ بِخِلَافِ اَصْحَابِنَا فَاِنَّهُ تُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ أَوْ عَلَى اَنَّهُ مُعَارِضٌ بِمِثْلِهٖ ثُمَّ صَارَ اِلَى دَلِيْلٍ اٰخَرَ اَوْ تَرْجِيْحٍ فِيْهِ لِمَا يَحْتَجُّ بِهِ اَصْحَابُنَا مِنْ وُجُوْهِ التَّرْجِيْحِ اَوْ يُحْمَلُ عَلَى التَّوْفِيْقِ

"بے شک ہر اس حدیث کو جو ہمارے اصحاب (یعنی فقہا حنفیہ) کے خلاف ہوگی اسے منسوخ سمجھا جائے گا یا یہ حدیث کسی دوسری حدیث کے خلاف ہو گی۔ پھر کسی اور دلیل کا تصور کیا جائے گا' پھر بعض وجوہ کی بنا پر اس حدیث کو ترجیح دی جائے گی جو حدیث ہمارے اصحاب کی دلیل ہے یا پھر یہ تصور کیا جائے گا کہ موافقت کی کوئی اور صورت ہوگی۔ (جو ہمیں معلوم نہیں) (اصول

کرخی: ۲۹)

اس سے بھی بڑی جسارت کرتے ہوئے لکھا کہ

اِنَّ کُلَّ اٰیَۃٍ تُخَالِفُ قَوْلَ أَصْحَابِنَا فَاِنَّھَا تُحْمَلُ عَلَی النَّسْخِ اَوْ عَلَی التَّرْجِیْحِ وَالْاَوْلَی أَنْ تُحْمَلَ عَلَی التَّأْوِیْلِ مِنْ جِھَۃِ التَّوْفِیْقِ (اصول کرخی: ۲۸)

''ہر وہ آیت جو ہمارے فقہا کے قول کے خلاف ہوگی اسے یا تو منسوخ سمجھا جائے یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور اولی یہ ہے کہ اس آیت کی تاویل کر کے ان فقہاء کے قول کے موافق کر لیا جائے۔''

❀ مقلد جب کسی آیت یا حدیث کی تاویل نہ کر سکے اور نہ ہی اس کو منسوخ کر سکے تو اس بات پر زور دیتا ہے کہ میں کسی طرح اس آیت اور حدیث میں تحریف کر ڈالوں۔ نعوذ باللہ۔

خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں

جیسا کہ احناف نے عملاً کیا ہے۔ مثلاً:

علماء کی تقلید کو قرآن سے ثابت کرنے کے لیے ''شیخ الہند'' محمود الحسن دیوبندی نے قرآن کی مندرجہ ذیل آیت میں تحریف کی۔

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ﴾

یعنی تنازع کی صورت میں مسئلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لے چلو (اور اولی الامر کو چھوڑ دو) مگر شیخ الہند نے یوں لکھا۔

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ وَ أُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ﴾

یعنی تنازعہ کی صورت میں بھی اللہ اور اس کے رسول اور علماء کی طرف رجوع کرو۔ (ایضاح الادلۃ مطبع قاسمی)

اسی طرح احادیث رسول ﷺ میں بھی کئی مقامات پر انہوں نے تحریف سے کام لیا۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰی أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّي لَهُمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً

اس حدیث میں تحریف کرنے کے لیے بعض نسخوں میں احناف ''لیلة'' پر خط لگا کر حاشیہ میں ''رَكْعَةً'' لکھتے رہے' بعد میں چھپنے والے نسخوں میں ''رَكْعَةً'' کو بین السطور لکھ کر حاشیہ میں ''لَيْلَةً'' لکھ دیا اور اس کے بعد والے نسخوں میں حاشیہ سے ''لَيْلَةً'' مٹا دیا اور صرف متن میں ''رَكْعَةً'' باقی چھوڑا اور اس تحریف کے ساتھ بیس رکعت تراویح قیام اللیل ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی (ان نسخوں کا نقشہ دیکھنے کے لیے ابوجابر عبداللہ دامانوی کی کتاب ''قرآن و سنت میں تحریف'' کی طرف رجوع کریں۔)

❀ جب مقلد کتاب وسنت میں تاویل اور تحریف بھی نہ کر سکے اور نہ ہی منسوخ کر مسئلہ قرآن وسنت میں اسی طرح ہے مگر ہم کیونکہ مقلد ہیں، ہم پر اپنے امام کی تقلید واجب ہے لہٰذا ہم امام کی بات کو ہی مانیں گے۔

جیسا کہ مقلدین نے عملاً کیا ہے۔

مثلاً بیع خیار کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک حدیث کے مطابق ہے اور احناف کا مسلک حدیث کے خلاف ہے تو ''شیخ الہند'' محمود الحسن دیوبندی فرماتے ہیں:

يَتَرَجَّحُ مَذْهَبُهٗ وَ قَالَ الْحَقُّ وَالْاِنْصَافُ أَنَّ التَّرْجِيْحَ لِلشَّافِعِيِّ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَ نَحْنُ مُقَلِّدُوْنَ يَجِبُ عَلَيْنَا تَقْلِيْدَ اِمَامِنَا أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

''اس (امام شافعی رحمہ اللہ) کا مذہب بالکل صحیح ہے اور حق اور انصاف یہ ہے کہ اس مسئلہ میں شافعی رحمہ اللہ کو ترجیح حاصل ہے مگر ہم مقلد ہیں، ہم پر اپنے امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید واجب ہے۔ واللہ اعلم۔ (التقریر للترمذی ص ۳۱)

❀ مقلد حدیث سے انحراف اور اس کا جواب ہی تلاش کرنے میں لگا رہتا ہے، وہ سمجھ نہیں پاتا کہ میرے امام کا قول حدیث کے خلاف ہے بلکہ بسیار غور وفکر کے باوجود کہتا ہے کہ "یہ حدیث میرے امام کے قول کے خلاف ہے" لہٰذا وہ حدیث پاک کے رد اور جواب کی تلاش میں ہی رہتا ہے مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ میں حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک وتر پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک روایت المستدرک الحاکم سے نقل کر کے انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ تَفَكَّرْتُ فِيهِ قَرِيبًا مِنْ أَرْبَعَةِ عَشَرَ سَنَةً ثُمَّ اسْتَخْرَجْتُ جَوَابَهُ شَافِيًا وَ ذَالِكَ الْحَدِيثُ قَوِيُّ السَّنَدِ

"میں نے اس حدیث (کے جواب) کے بارے میں تقریباً ۱۴ سال تفکر کیا ہے پھر میں نے اس کا شافی جواب نکال لیا' اور یہ حدیث سند کے لحاظ سے قوی ہے۔ (العرف الشذی جلد نمبر ۱ ص ۱۰۷) فیض الباری جلد نمبر ۲ ص ۳۷۵' معارف السنن للبنوری)



باب : ۳۲

حنفیت حدیث کی مخالفت میں

آج مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اپنی بے علمی کی وجہ سے فقہ حنفی کو عین اسلام سمجھ بیٹھی ہے جس کی دو تین بنیادی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) تحقیق کی روشن شاہراہ کو چھوڑ کر تقلید کی تاریکی میں گم ہیں۔ (۲) علماء اور اماموں سے عقیدت میں غلو ہے۔ (۳) شیعہ کافر کہنے کے موقف اور تحفظِ ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تحریک کی سرگرمیوں میں یہ سمجھ بیٹھے کہ جس طرح اس مشن میں برحق ہیں اسی طرح حنفی کہلوانے میں بھی برحق ہیں، حالانکہ اتباع کی جگہ جب تقلید لے لیتی ہے تو بڑی سے بڑی نیکی بھی رائیگاں جاتی ہے جس کا اخروی کوئی فائدہ نہیں ہوتا' آخرت کی فکر کرنے والا انسان جب صراط مستقیم تلاش کرنے کی غرض سے اسلام اور حنفیت کا سرسری مطالعہ کرے اور ٹھنڈے دل سے سوچے تو اس کے لیے اس نتیجے پر پہنچنا کوئی مشکل نہ ہو گا کہ فقہ حنفی اکثر و بیشتر مسائل میں کتاب وسنت سے تعارض اور تصادم رکھتی ہے' آیئے نمونے کے طور پر ہم چند مسائل کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں حنفیت حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتی ہے۔

(۱) بیشتر آیات واحادیث کی رو سے ایمان میں کمی وبیشی ہوتی ہے جبکہ احناف کے نزدیک ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی، ان کے نزدیک زمین وآسمان کے تمام انبیاء اولیاء نیک اور بد کا ایمان برابر ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے اور بچی کے پیشاب میں فرق کیا اور فرمایا کہ (شیرخوار) بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے جبکہ امام ابوحنیفہ اور اس کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ بچے

اور بچی کے پیشاب کی نجاست میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا پیشاب دھویا جائے گا۔

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کتے کے برتن میں منہ ڈالنے سے برتن سات دفعہ دھویا جائے جبکہ احناف کے نزدیک تین دفعہ دھویا جائے گا۔

(۴) حدیث میں استنجا کے لیے کم از کم تین ڈھیلوں کا ہونا ضروری ہے جبکہ فقہ حنفی میں تعداد مسنون نہیں ہے۔

(۵) عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے، اس حدیث کے تحت وضوء اور تیمّم کے لیے بھی نیت شرط ہے' جبکہ احناف کے نزدیک وضو اور تیمّم کے لیے نیت شرط نہیں۔

(۶) آپ ﷺ نے ساری زندگی ترتیب سے وضوء کیا اور تسلسل کے ساتھ جبکہ احناف کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک وضوء میں ترتیب اور تسلسل فرض نہیں البتہ سنت ہے، جسے ترک کرنے سے یعنی بغیر ترتیب کے بھی وضوء ہو جائے گا (گویا کہ پاؤں پہلے دھولو' پھر کلی کرلو پھر ہاتھ دھولو پھر ناک میں پانی چڑھالو' پھر سر کا مسح کرلو تو بھی وضو ہو جائے گا۔)

(۷) حدیث میں پگڑی کا مسح کرنا ثابت ہے جبکہ احناف کہتے ہیں پگڑی پر مسح کرنا جائز نہیں۔

(۸) حدیث میں دہری آذان اور اکہری اقامت ہے جبکہ احناف کے نزدیک نہ دہری اذان ہے اور نہ اکہری اقامت ہے۔

(۹) حدیث میں مغرب کے فرضوں سے پہلے دو رکعات نفل آپ ﷺ کی قولی، فعلی اور تقریری حدیث سے ثابت ہے جبکہ احناف کے نزدیک یہ فعل جائز نہیں۔

(۱۰) رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جب کہ احناف کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

(۱۱) رسول اللہ ﷺ نے شراب کا سرکہ بنانے سے منع فرمایا' جبکہ احناف کے نزدیک

شراب کا سرکہ بنایا جا سکتا ہے۔

(۱۲) آپ ﷺ نے فرمایا عورتوں کو مساجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکو' احناف کہتے ہیں کہ عورتوں کا نماز کے لیے آنا مکروہ ہے البتہ بوڑھی عورت کے لیے مغرب عشاء اور فجر کی نماز کے لیے آنا جائز ہے۔

(۱۳) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطاء بھول اور وہ کام جو جبراً کروایا جائے معاف کر دیا گیا ہے جبکہ احناف کے نزدیک جو آدمی نماز میں بھول کر کلام کرے یا جان بوجھ کر نماز باطل ہو جائے گی۔

(۱۴) آپ نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا جبکہ احناف کہتے ہیں کہ کتے چیتے اور درندوں کی تجارت جائز ہے۔

(۱۵) رسول اللہ ﷺ نے سہیل اور اس کے بھائی جو بیضاء کے بیٹے تھے کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی' جبکہ احناف کے نزدیک مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔

(۱۶) آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے جبکہ احناف کہتے ہیں کہ مسلمان اور ذمی (کافر) کی دیت برابر ہے۔

(۱۷) حدیث میں عورتوں کو بھی عید کی نماز کے لیے عید گاہ میں آنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ احناف کے نزدیک عید گاہ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۱۸) حدیث کے مطابق قصاص پتھر وغیرہ سے بھی ہو سکتا ہے جس طرح مقتول کو قتل کیا گیا ہو جبکہ فقہ حنفی میں قصاص صرف تلوار سے ہی ہو سکتا ہے۔ کسی دوسری چیز سے نہیں۔

(۱۹) حدیث میں عید کی نماز کی بارہ تکبیریں ہیں پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ جبکہ احناف کے نزدیک پہلی رکعت میں فاتحہ سے پہلے تین تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین تکبیریں ہیں۔

(۲۰) حدیث کے مطابق (نصف) تہائی یا چوتھائی پر زمین بٹائی پر دینا جائز ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں۔

(۲۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی کو اپنا نائب بنایا ہوا تھا، وہ لوگوں کو جماعت کرواتے تھے، جبکہ احناف کے نزدیک نابینا جماعت نہیں کرواسکتا۔

(۲۲) حدیث کے مطابق چھ سات سال کا بچہ (جب جماعت کی صلاحیت رکھتا ہو) تو جماعت کرواسکتا ہے جیسا کہ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے لیے کھڑا کیا۔ احناف کے نزدیک بچے کی جماعت ناپسند ہے۔

(۲۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے جبکہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گندم جو شہد اور جوار سے شراب بنانا جائز ہے اور اس کے پینے والے پر نشہ آجائے تو بھی حد نہ لگے گی۔

(۲۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کے چمڑے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے جبکہ احناف کے نزدیک انسان اور خنزیر کے علاوہ تمام درندوں کے چمڑے رنگ لینے سے پاک ہو جاتے ہیں اور ان میں نماز پڑھنا یا ان سے وضوء کرنا جائز ہے۔

(۲۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا جبکہ احناف کہتے ہیں کہ جس نے بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے۔

(۲۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی سے ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ فرمایا (یعنی دوسرے گواہ کے عوض قسم لی) جبکہ فقہ حنفی کہتی ہے کہ مدعی پر قسم ہے ہی نہیں۔

(۲۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو گھر میں عورتوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا جبکہ فقہ حنفی کہتی ہے کہ عورتوں کا آپس میں الگ جماعت کرانا مکروہ ہے۔

(۲۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے آخری تشہد میں زمین پر بیٹھتے، دائیں پاؤں کو کھڑا

کرتے، بایاں پاؤں اس کے نیچے سے نکال دیتے تھے اور تورک کرتے تھے' جبکہ احناف کے نزدیک پہلے اور آخری تشہد میں کوئی فرق نہیں۔

(۲۹) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی جبکہ احناف کہتے ہیں کہ نماز میں امام کے پیچھے خاموش رہے' اور اکیلا اگر قرآن میں سے کسی جگہ سے ایک آیت بھی پڑھ دے، فاتحہ نہ پڑھے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

(۳۰) حدیث کہتی ہے کہ اللہ اکبر کے ساتھ نماز شروع ہوتی ہے اور سلام پر ختم ہوتی ہے جبکہ احناف کے نزدیک اللہ اکبر اور اللہ الاجل، اللہ العظیم وغیرہ کے الفاظ سے بھی نماز ہو جاتی ہے اور سلام سے پہلے دانستہ طور پر سلام کی جگہ گوز مار دے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

(۳۱) آپ ﷺ سے ایک وتر ثابت ہے جبکہ احناف ایک وتر کے قائل نہیں۔

(۳۲) آپ ﷺ نے فرمایا جب نماز کھڑی ہو جائے تو صرف فرض نماز ہوتی ہے اور کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے' جبکہ احناف کے نزدیک سلام پھیرنے سے پہلے اگر دو رکعات سنت فجر پڑھ سکتا ہو تو پہلے وہ پڑھے پھر جماعت کے ساتھ ملے۔

(۳۳) حدیث کے مطابق فجر کی دو سنتیں رہ جائیں تو فرضوں کے سلام کے بعد پڑھ سکتا ہے جبکہ احناف کے نزدیک جائز نہیں البتہ طلوع آفتاب کے بعد جائز ہے۔

(۳۴) رسول اللہ ﷺ نے رضاعت کے لیے ایک عورت کی گواہی قبول فرمائی ہے جبکہ احناف کے نزدیک دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔

(۳۵) رسول اللہ ﷺ نماز میں غیر المغضوب علیھم والاالضالین کے بعد اونچی آواز سے آمین کہتے جبکہ احناف اونچی آواز سے آمین کے قائل نہیں۔

(۳۶) حدیث میں بسم اللہ جہری اور سری آواز ہر دو طرح پڑھنے کا جواز ہے جبکہ

احناف بسم اللہ اونچی پڑھنے کے قائل نہیں۔

(۳۷) حدیث میں نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت ہے جبکہ احناف کے نزدیک عورت سینے پر باندھے گی جبکہ مرد زیر ناف ہاتھ باندھے۔

(۳۸) حدیث کے مطابق نماز جنازہ میں بھی فاتحہ ضروری اور آپ ﷺ کی سنت ہے جبکہ احناف کے نزدیک ثناء کے بعد درود ہے (فاتحہ نہیں ہے)

(۳۹) حدیث کے مطابق جنازہ پڑھانے والا مرد میت کے سینے کے سامنے ہو اور عورت کے درمیان میں جبکہ احناف کے نزدیک ہر دو کے لیے سینے کے سامنے ہو۔

(۴۰) آپ ﷺ نے فرمایا جنین کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس کے والدین کے لیے دعائے مغفرت اور رحمت کی جائے جبکہ احناف کے نزدیک اس کی نماز جنازہ نہیں ہے۔

(۴۱) آپ ﷺ نے فرمایا کہ کافر کی دیت مسلمان کی نصف دیت کے برابر ہے جبکہ احناف کہتے ہیں کہ مسلمان اور کافر کی دیت برابر ہے۔

(۴۲) حدیث کے مطابق سفر کی نماز کی مسافت تین میل یا تین فرسخ ہے جبکہ احناف کے نزدیک ۴۰ میل ہے اور ایک قول کے مطابق تین دن اور رات کی مسافت ہے۔

(۴۳) آپ ﷺ کا بعض نمازوں کے لیے بعض سورتیں پڑھنا معمول تھا مثلاً جمعہ کے روز فجر میں پہلی رکعت میں سورہ سجدہ اور دوسری میں دھر' جمعہ کی فرض نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ اور دوسری میں سورۂ غاشیہ وغیرہ جبکہ احناف کے نزدیک کسی نماز کے لیے قرآن میں سے کوئی سورۃ مقرر کرنا مکروہ ہے۔

(۴۴) حدیث کے مطابق سورۂ حج میں دو سجدے ہیں جبکہ احناف کے نزدیک ایک سجدہ ہے۔

(۴۵) رسول اللہ ﷺ نے بعض دفعہ سورۂ نجم کا سجدہ تلاوت ترک بھی کیا جبکہ احناف کے نزدیک سجود تلاوت واجب ہے، سننے والے پر بھی اور پڑھنے والے پر بھی۔

(۴۶) رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی چلو کے ساتھ کلی بھی کی اور ناک میں پانی چڑھا کر جھاڑا بھی جبکہ احناف کے نزدیک پہلے تین دفعہ کلی کرے پھر تین دفعہ ناک میں پانی چڑھائے اور ہر دفعہ نیا پانی لے۔

(۴۷) آپ ﷺ نے فرمایا جس کی کثیر مقدار نشہ دے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے جبکہ احناف کے نزدیک شراب کا وہ پیالہ حرام ہے جس سے نشہ ہوتا ہے (گویا تھوڑی شراب جس سے نشہ نہ آتا ہو جائز ہے)

(۴۸) حدیث میں ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں جبکہ احناف کے نزدیک آزاد عاقل بالغ عورت کا نکاح صرف اس کی اپنی مرضی سے بغیر ولی کے ہو جاتا ہے خواہ وہ کنواری ہو یا بیوہ۔

(۴۹) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو خرید و فروخت کرنے والوں کو اختیار ہوتا ہے جب تک جدا نہ ہوں جبکہ فقہ حنفی کہتی ہے جب بیع میں ایجاب وقبول ہو جائے تو بیع لازم ہو جاتی ہے، کوئی اختیار باقی نہیں رہتا' پھر یہاں تک کہہ دیا کہ اس مسئلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک زیادہ درست ہے اور حدیث کے زیادہ قریب ہے مگر ہم کیونکہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں، ہم پر ان کی تقلید کرنا واجب ہے۔

(۵۰) رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے کروانے والے پر لعنت کی ہے جبکہ احناف کے نزدیک حلالہ ضروری ہے، اس کے بغیر رجوع نہیں۔

(۵۱) حدیث کے مطابق قربانی کا جانور نمازِ عید پڑھنے کے بعد ذبح کرنا چاہیے، پہلے کرنے سے قربانی نہیں ہوتی جبکہ احناف کے نزدیک دیہات والے فجر کے بعد قربانی کر سکتے ہیں اور شہریوں کے لیے یہ حیلہ ہے کہ وہ اپنی قربانی دیہاتوں میں بھیج دیں، وہاں دیہات والے فجر طلوع ہوتے ہی ذبح کر دیں گے۔

(۵۲) حدیث کے مطابق اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں جبکہ احناف کے نزدیک اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔

(۵۳) رسول اللہ ﷺ (بسا اوقات) جنازے میں پانچ تکبیریں بھی کہتے تھے جبکہ احناف کے نزدیک جائز نہیں، اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ اگر امام پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی اس کی اتباع نہ کریں۔

(۵۴) حدیث کے مطابق اونٹ کی قربانی دس آدمیوں کے لیے بھی جائز ہے جبکہ احناف کے نزدیک سات آدمیوں کے لیے کفایت کرے گا۔

(۵۵) رسول اللہ ﷺ سفر میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کرتے تھے جبکہ احناف کے نزدیک دو فرض ایک وقت میں جمع نہیں کیے جا سکتے۔

(۵۶) آپ ﷺ نے فرمایا جبراً طلاق ہوتی ہے نہ غلام آزاد ہوتا ہے جبکہ ہدایہ میں ہے کہ جبراً طلاق واقع ہو جائے گی اور غلام بھی آزاد ہو جائے گا۔

(۵۷) آپ ﷺ نے ریشم پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ریشم کے تکیے میں کوئی ہرج نہیں اور نہ ہی ریشم کے بستر پر سونے میں کوئی ہرج ہے۔

(۵۸) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ فطر مسلمانوں پر واجب ہے، مرد عورت بچے اور غلام پر، جبکہ احناف کے نزدیک مسلمان اپنے کافر غلام کی طرف سے بھی صدقہ ادا کرے گا۔

(۵۹) رسول اللہ ﷺ نے بھول کر ظہر کی نماز پانچ رکعات پڑھائیں تو سجدہ سہو کیا' جبکہ احناف کے نزدیک بھول کر پانچویں رکعت پڑھے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

(۶۰) احناف کے نزدیک زندگی میں پہلی دفعہ نماز میں بھول ہو تو نماز باطل ہو جاتی ہے، دوبارہ نماز پڑھے اور اس کے بعد جب بھولے تو سجدہ سہو کرے جبکہ

احادیث میں ایسی کوئی تفریق نہیں ہے۔

(۶۱) احناف کے نزدیک بھول کر سلام پھیرا اور درمیان میں کلام ہوگئی تو نماز نئے سرے سے پڑھے گا جبکہ آپ ﷺ نے سلام اور کلام کے بعد بقیہ نماز پڑھائی اور سلام پھیرا، نئے سرے سے نماز نہیں پڑھائی۔

(۶۲) معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے فرض پڑھ جاتے پھر قوم کو پڑھاتے (جبکہ آپ کے وہ نفل ہوتے) جبکہ احناف کے نزدیک فرض نماز پڑھنے والا نفلی پڑھنے والے کا مقتدی نہیں بن سکتا۔

(۶۳) احادیث کے مطابق سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں زمین پر رکھنے چاہئیں کیونکہ آپ ﷺ کا یہی عمل ہے جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناک یا پیشانی کوئی ایک چیز ہی زمین پر رکھ دے تو نماز ہو جائے گی۔

(۶۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سونا' چاندی' گندم' جو' کھجور اور نمک کی بیع جنس کے بدلے جنس برابر برابر اور نقد بنقد کی جائے جبکہ احناف کہتے ہیں کہ ایک کھجور کی بیع دو کھجور کے ساتھ جائز ہے۔

(۶۵) رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کو جمع کیا (یعنی حدیث کے مطابق ہر جماعت کے لیے الگ اقامت چاہیے) جبکہ احناف کے نزدیک امام نماز پڑھائے لوگوں کو مغرب اور عشاء ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ۔

(۶۶) رسول اللہ ﷺ زندہ جانور کے بدلے گوشت کی بیع سے منع کرتے تھے جبکہ احناف کے نزدیک زندہ جانور کے بدلے گوشت کی بیع جائز ہے۔

(۶۷) رسول اللہ ﷺ نے تر کھجور کے بدلے خشک کھجور کی بیع سے منع کیا جبکہ احناف کے نزدیک یہ جائز ہے۔

(۶۸) حدیث کے مطابق بیع عرایا پانچ وسق تک اندازے سے جائز ہے جبکہ احناف

کے نزدیک جائز نہیں۔

(۶۹) رسول اللہ ﷺ نے شراب کی بیع حرام قرار دی ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر مسلمان عیسائی کو شراب کی خرید و فروخت کا حکم دے تو جائز ہے۔

(۷۰) حدیث کے مطابق فقیر بھی صدقہ فطر ادا کرے، اگر طاقت ہو تو جبکہ احناف کے نزدیک صدقہ فطر کے لیے صاحب نصاب ہونا شرط ہے۔

(۷۱) رسول اللہ ﷺ کی سنت یہ ہے کہ دوسری شادی کرنے والا دلہن کے پاس اگر کنواری ہو تو سات دن قیام کرے گا اور اگر بیوہ ہو تو تین دن، پھر دونوں کے لیے باری مقرر کرے گا، جبکہ احناف کے نزدیک پہلی اور دوسری برابر ہیں۔

(۷۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مادہ جانور کو ذبح کرنے سے اس کے پیٹ میں موجود بچہ بھی ذبح ہو جاتا ہے'' جبکہ احناف کے نزدیک گائے یا اونٹنی ذبح کرنے کے بعد بچہ مرا ہوا پیدا ہو تو نہ کھایا جائے۔

(۷۳) آپ ﷺ نے فرمایا ایک رضعہ یا دو رضعے کے ساتھ حرمت ثابت نہیں ہوتی (بلکہ پانچ رضعے کم از کم ضروری ہیں) جبکہ احناف کے نزدیک تھوڑا سا پینے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

(۷۴) آپ ﷺ نے فرمایا ''چور کا ہاتھ چوتھائی دینار سے کم میں نہیں کاٹا جائے گا'' جبکہ احناف کے نزدیک دس درہم یا اس سے زیادہ مالیت کی چیز پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۷۵) حدیث کے مطابق معمولی سی مالیت کی چیز بھی حق مہر بن سکتی ہے جبکہ احناف کے نزدیک کم از کم مہر دس درہم ہے۔

(۷۶) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کوئی بھی اپنی ھبہ واپس نہیں لے سکتا البتہ والد اپنی اولاد کو ھبہ کر کے چیز واپس لے سکتا ہے'' جبکہ احناف کے نزدیک دوسروں سے واپس لے سکتا ہے، اپنے بیٹے سے واپس نہیں لے سکتا۔

(۷۷) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اونٹ گم ہو جائے تو وہ خود مالک کو مل سکتا ہے لہٰذا کوئی اسے پکڑ کر مالک نہ بنے'' جبکہ احناف کہتے ہیں کہ گم شدہ بکری گائے اور اونٹ تینوں کو لینا جائز ہے۔

(۷۸) حدیث کے مطابق میت عورت کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا کر پیچھے کی طرف ڈالنا جائز ہے جبکہ احناف کے نزدیک اس کی صرف دو مینڈیاں بنائی جائیں گی۔

(۷۹) رسول اللہ ﷺ نے نمازِ استسقاء پڑھائی ہے جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ نمازِ استسقاء مسنون نہیں ہے، البتہ اکیلے نماز پڑھ لیں تو جائز ہے۔

(۸۰) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب امام خطبہ دے رہا ہو، آنے والا دو رکعات پڑھ کر بیٹھے جبکہ احناف کہتے ہیں کہ دوران خطبہ نماز جائز نہیں۔

(۸۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''دانے اور کھجور جب تک پانچ وسق تک نہ پہنچیں اس میں زکوٰۃ نہیں'' جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سرکنڈے اور گھاس کے علاوہ زمین کی ہر پیداوار خواہ کم ہو یا زیادہ پر زکوٰۃ ہے۔

(۸۲) حدیث کے مطابق پہلی اور تیسری رکعت کے بعد دو سجدوں کے درمیان جلسہ ہے جبکہ احناف کہتے ہیں ''جلسہ نہ ہو بلکہ اپنے پاؤں پر سیدھا کھڑا ہو جائے اور اپنے ہاتھ بھی زمین پر نہ ٹیکے۔''

(۸۳) احادیث میں تکبیرِ تحریمہ کے لیے اور دیگر مناجات کے لیے ہاتھ کندھوں تک یا کانوں کی لو تک اٹھانے کا رسول اللہ ﷺ کا عمل ہے جبکہ احناف کے نزدیک دونوں کانوں کے انگوٹھے کانوں کی لو تک لے جانے کا حکم ہے۔

(۸۴) رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کو تواتر حاصل ہے کہ آپ ﷺ نے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے زندگی بھر عربی میں ہی نماز پڑھی ہے اور سبحانك اللهم و

بحمدك اور اللهم باعد بيني کی دعاؤں کے بعد فاتحہ سے قرأت کی ہے جبکہ احناف کے نزدیک فارسی میں بھی قرأت جائز ہے۔

(۸۵) احادیث کی پاکیزہ تعلیمات کے مطابق فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی جبکہ احناف کے نزدیک مقتدی ہر صورت خاموش رہے گا جبکہ امام بھی فاتحہ نہ پڑھے اور قرآن میں سے کسی جگہ سے کوئی ایک آیت بھی پڑھ دے تو وہ رکعت ہو جائے گی۔

(۸۶) احادیث کے مطابق رکوع سجود کی مسنون دعاؤں میں سے کوئی ایک تین دفعہ پڑھنی کم از کم ضروری ہے اور رکوع سجود میں اطمینان ضروری ہے جبکہ احناف کے نزدیک رکوع سجود میں مسنون دعاؤں میں سے کسی کا مقررہ تعداد میں پڑھنا ضروری نہیں بلکہ معمولی سا جھک جائے تو رکوع سجود ہو جائیں گے۔

(۸۷) رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا (یعنی قومہ) کا حکم دیا ہے جبکہ احناف کے نزدیک یہ واجب نہیں لہٰذا وہ اس کے عامل بھی نہیں ہیں۔

(۸۸) احادیث کے مطابق دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنے کا آپ نے حکم دیا ہے جبکہ احناف کے نزدیک یہ بھی فرض نہیں ہے۔

(۸۹) احادیث میں غلام کا جماعت کرانا ممنوع نہیں جبکہ احناف اسے ناپسند سمجھتے ہیں۔

(۹۰) رسول اللہ ﷺ نے خودکشی کرنے اولے کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(۹۱) احادیث کی رو سے دیہات میں جمعہ پڑھا جائے گا جبکہ احناف کے نزدیک دیہات میں جمعہ ادا کرنا صحیح نہیں۔

(۹۲) احادیث کے مطابق مدینہ بھی اسی طرح حرم ہے جس طرح مکہ حرم ہے۔ جبکہ

احناف کے نزدیک مدینہ پاک مکہ کی طرح حرم نہیں ہے۔

(۹۳) بدکار عورت کی کمائی سے آپ ﷺ نے منع فرمایا مگر فقہ حنفی میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ جائز ہے۔

(۹۴) قرآن و احادیث کے مطابق زانی پر حد زنا لگائی جائے گی جبکہ احناف کے نزدیک اس عورت سے نکاح کر کے جماع کرنا جس سے نکاح کرنا حرام ہے تو اس پر کوئی حد نہیں۔

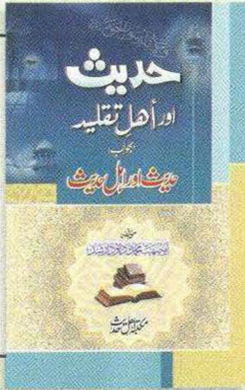
(۹۵) حدیث کے مطابق شادی شدہ پر ۱۰۰ کوڑے اور رجم، دونوں حدیں ہیں جبکہ احناف کے نزدیک صرف حد ہے، سو کوڑے نہیں۔

(۹۶) احادیث کے مطابق کنوارے زانی پر سال کی جلاوطنی بھی ہے جبکہ احناف کے نزدیک جلاوطنی اور کوڑے دونوں ایک وقت اکٹھی نہیں دی جائیں گی، یعنی صرف کوڑے ہوں گے یا جلاوطنی ہوگی۔

محترم ومکرم قارئین کرام!

انصاف آپ کے ضمیر اور ایمان کی دہلیز پر ہے، ہم نے انشاء اللہ تعصب اور تقندی سے بالاتر ہو کر لکھا ہے تاکہ راہِ حق کے مسافروں کے لیے ہیڈ لائن کا کام دے۔ اللہ تعالیٰ سے استدعا ہے کہ وہ اسے ہمارے لیے نافع بنائے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ۔





اس کتاب میں مولانا داؤد ارشد نے دیوبندی اکاذیب وافترأت اور ضعیف وموضوع روایات کا علمی رد کر کے عوام کی عدالت میں پیش کر دیا جسے بے حد مقبولیت حاصل ہوئی، انہوں نے ان صحیح و حسن روایات کو باحوالہ پیش کیا جنہیں نعیم الدین دیوبندی نے بنی اسرائیل کی تقلید میں چھپالیا تھا۔

حافظ زبیر علی زئی